Cultural Academy

دیوان غوث الاعظم



کتب خانہ نذیریہ اُردو بازار دہلی



نشاطِ عمر

جس میں ہر قوم کے نا کتخدا لڑکوں کیلئے بیش بہا نصائح کے علاوہ اخلاقی تعلیم کا قابل قدر ذخیرہ اور افعالِ قبیحہ و عادات ذمیمہ کے مضر دہولناک نتائج اور اُس سے بچنے کی عمدہ تدابیر بہ طور حفظ ما تقدم نہایت دل چسپ پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں۔

مختصر فہرست مضامین :- سرمایۂ زندگی، تزکیۂ نفس، جسمانی کمزوری امراض خبیثہ اور اُن کے ہولناک نتائج، اعضائے توالد و تناسل انکی غرض اور انکا بیجا استعمال، مرد عورت کے تعلقات، شادی کا مقدس فریضہ، کس قسم کی بیوی پسند کرنی چاہیئے؟ بڑی احتیاط کی ضرورت، شادی خانہ آبادی، سئیات، حسنات۔ دوسرا ایڈیشن صفحے ۳۲۰ قیمت ۱۲/

ابن الوقت

جو لوگ آنکھ بند کر کے یورپین معاشرت کی تقلید کرتے ہیں اور اُن کا جو انجام ہوتا ہے وہ اس کتاب میں دکھایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ہندوستانی طرز ماندوبود کے مقابلہ میں یورپین معاشرت کس قدر گراں اور تباہ کن ہے اور جو لوگ سوچے سمجھے بغیر اس حماقت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اُن کو آخر کار کس طرح پشیمان ہونا پڑتا ہے۔ ساتھ ہی لامذہبی کے نقصانات دکھائے گئے ہیں جا بجا مذہبی مسائل پر معقول و مدلل مباحث ہیں اور انگریزی داں طبقہ کے سامنے اسلام کی صحیح تعلیمات پیش کی گئی ہیں۔ مختصر فہرست مضامین حسب ذیل ہے۔

ابن الوقت کا ضروری حال۔ ابن الوقت نے ۱۸۵۷ء کے غدر میں ایک انگریز کو پناہ دی اور اُس سے میل جول کا یہ نتیجہ ہوا کہ ابن الوقت نے انگریزی وضع اختیار کر لی۔ غدر کے بعد ابن الوقت کو کیا کیا مصیبتیں پیش آئیں۔ انگریزوں کا تسلط ہوا تو ابن الوقت کو اپنی خیر خواہی کا صلہ ملا۔ ابن الوقت میز پر چھری کانٹے سے کھانا شروع کرتا ہے۔ ابن الوقت رفارمر بنتا ہے۔ انگریزی وضع کے ساتھ اسلام کا نبھنا مشکل ہے۔ مذہب اور عقل کی بحث۔ ابن الوقت کا انگریزی طرز سے تکلیفیں پانا ابن الوقت کی مالی مشکلات۔ مذہبی مباحثے۔ اگر انگریزی پڑھنے والے طلبا اس کتاب کا مطالعہ کر لیں، تو دہریت اور انگریزی معاشرت کی مضرتوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

کتاب کیا ہے مذہبیات اور اصلاحیات کے سلسلہ میں ایک ایسی تحریر ہے جس کو اگر سر چڑھایا جا سکے تو سر چڑھایا جائے، آنکھوں سے لگایا جا سکے تو آنکھوں سے لگایا جائے۔ ان ہی خوبیوں کی وجہ سے یہ کتاب آج بھی بی اے کے نصاب میں داخل ہے۔

چودھواں ایڈیشن۔ تقطیع $\frac{20 \times 30}{16}$ ۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے۔

فرامینِ سلاطین

مولوی بشیر الدین احمد صاحب مرحوم نے واقعات دار الحکومت دہلی جو تین ہزار صفحات پر مشتمل سرزمین ہند کی عموماً اور سرزمین دہلی کی خصوصاً مکمل و مبسوط تاریخ مرتب کرکے تاریخی دنیا میں وہ نام پیدا کیا جو اچھوں اچھوں کو نصیب نہ ہو سکا۔ جب یہ کتاب مکمل کر چکے تو تاریخی شوق اور بھی بڑھا جس کی تکمیل کیلئے انہوں نے انتہائی جستجو اور تلاش کے بعد "فرامین سلاطین" مرتب فرمائی۔ اس نادر مجموعہ سلاطین میں خلجی، سور، مغلیہ، عادل شاہیہ، اور سرکار انگریزی کے ۱۰۸ فرامین جمع کئے گئے ہیں جب وہ بادشاہت ہی نہ رہی جس کی عظمت، سطوت اور جبروت کا مشرق سے مغرب تک چار دانگ عالم میں ڈنکا بجتا تھا اور جس کی نسبت یہ قول فیصل تھا کہ "سلاطین ہند بادشاہی نمی کنند بلکہ خدائی می کنند" تو یہ کاغذ کے پرزے (فرامین) دستبردِ زمانہ سے کیسے محفوظ و مصؤن رہ سکتے تھے؟ فرامین کا بیشتر حصہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں جانوں کے ساتھ تلف ہوا۔ جو کچھ بچا وہ کچھ تو عجائب خانوں میں محفوظ ہے اور کچھ ایسے لوگوں کے پاس ہے جو کسی کو دکھانا تو دکھانا ہوا تک لگانے کے روادار نہیں۔ اگر زمانے کی یہی رفتار رہی تو آنے والی نسلیں اِن نوشتوں کو ترسیں گی۔

مولف نے نہایت کوشش اور محنت سے اِن اوراق پارینہ کی ترتیب دی اور کتاب کو دلچسپ بنانے کیلئے بیشتر فرامین کے عکسی فوٹو بھی شامل کئے جن سے اُس زمانہ کی روش تحریر کا پتہ چلتا ہے اور یہ بات بخوبی ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ شاہانِ ہند کس فراخ حوصلگی کے ساتھ بلا تمیز مذہب و ملت رعایت فرماتے تھے۔ یہ کتاب بہ اجازتِ خاص شہریار دکن کے نام نامی سے معنون کی گئی ہے اور لوکل گورنمنٹ نے اس کے صلے میں پانچسو روپے کا اعزازی انعام مرحمت فرمایا ہے۔ تقطیع ۲۲×۲۹، صفحات ۲۸۸ - لکھائی چھپائی بہترین - قیمت پانچ روپے آٹھ آنے۔

دیوان
حضرت غوث الاعظم

زیرِ نگرانی

محمد مُسلم احمد نظامی ایم اے

نذیر

تین روپے

ناشر

کتب خانہ نذیریہ اردو بازار۔ دہلی

مطبوعہ

لاہور پریس دہلی

توجہ فرمائیں

وقت بدلتا ہے وقت کے ساتھ ساتھ انداز فکر ونظر بھی بدلتا ہے ایک وہ زمانہ تھا کہ لوگ قرآن وسنت پر عمل کرتے تھے اور دنیا کی تمام عزتیں اور عظمتیں ان کے لئے موجود تھیں مگر جب مسلمان کی توجہ اللہ اور اللہ کے رسول کے فرمان سے ہٹ کر نفس کے گڑھے میں جا پڑی تو اس کا نتیجہ ایسا بھیانک اور وحشت ناک ہوا کہ جس سے فکر ونظر کی تمام قوتیں مفلوج ہو کر رہ گئیں۔ اُمت مرحومہ کی نبض پر اب بھی اگر ہوشیار حکیم حقیقت کی انگلیاں رکھے تو مرض کی تمام کیفیات اس طرح سامنے آئیں گی کہ جن کو محسوس کرنے کے بعد خزانہ علم و حکمت خالی نظر آئے گا۔ اور بجز تائید الٰہی کوئی سبیل ازالۂ مرض کی نہ دکھائی دے گی۔

تصوف دراصل مذہب کی جان ہے اور اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اس کو دنیائے مذاہب میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ لیکن تصوف کے اسلوب اس قدر نازک اور باریک ہیں کہ اگر علم و عقل کی روشنی سے کام نہ لیا جائے تو بھٹکنا لازمی اور بھٹک کر منزل پر نہ پہنچنا یقینی ہو جاتا ہے۔ تصوف کے انہی باریک نکات کو جن لوگوں نے کامیاب طریقے سے دنیا کے سامنے پیش کیا اُن میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ دنیا اُن کو عقیدت سے آٹھ سو برس گزر جانے کے بعد آج بھی قطب الاقطاب مانتی ہے۔ پیران پیر مانتی

ہے۔ دستگیر مانتی ہے، غوث الاعظم مانتی ہے، محبوب سبحانی سمجھتی ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ یہ اندھے عقیدتمند اُن کی تعلیمات سے بالکل غافل ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ عملی زندگی میں تعلیمات ِغوثیہ کو بالکل ہی فراموش کر دیا گیا ہے اور اس طرح چھٹی صدی کا یہ مردِ مجاہد یہ تصوف اور حقیقت کا امام عقیدت کے ہاتھوں صرف شیخ بن کر رہ گیا ہے۔ حالانکہ اگر آپ کو اپنے دور کا تصوف اور روحانیت کا زبردست مبلغ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا آپ کے مواعظ سے دنیائے اسلام کو روحانی تازگی نصیب ہوئی ہے۔ اور اگر یہ سمجھا جائے کہ آپ کے خطبات جو فتح الربانی کے نام سے مشہور ہیں اُن نصیحتوں پر مشتمل ہیں جن سے زندگی کے اندھیرے بقعہ نور بن جاتے ہیں تو نہ صرف درست ہوگا بلکہ یہ حقیقت بھی سامنے آئے گی کہ یہ خطبات قرآن و احادیثِ صحیحہ کا وہ روحانی نچوڑ ہے جو کسی دوسری جگہ اس قدر اختصار مگر جامع حیثیت سے نہ ملے گا۔

لیکن اِن خطبات کے علاوہ کہا اور سُنا یہ بھی جاتا ہے (دروغ برگردن راوی) کہ حضرت نے ایک دیوان بھی مرتب فرمایا تھا جو فارسی زبان میں ہے۔ یہ دیوان چھپا اور کیونکہ عقیدت مندوں کی کمی نہ تھی ہاتھوں ہاتھ بکا انہی نسخوں میں سے ایک نسخہ فقیر کی نظر سے بھی گذرا اسی دوران میں فوائد الفواد کا اُردو ترجمہ شائع کر ہی چکا تھا اور دیوان حضرت خواجہ غریب نوازؒ اور دیوان حضرت خواجہ قطب الاقطابؒ زیر طباعت تھا اس لئے حضرت شیخ سے منسوب اس فارسی نسخہ کو جو منشی نولکشور نے شائع کیا چھاپنے کا ارادہ کیا۔ ان دیوانوں کے متعلق میری اپنی رائے جو ہے سو ہے مگر میں نے اس سلسلے میں صوفیائے وقت سے بھی مشورہ کیا جن میں حضرت

مولانا عبد السلام صاحب دہلوی کا نام محتاج تعارف نہیں۔ یہ بزرگ ہستی تصوف اور علوم مروجہ کی وہ مشعل ہے جس پر صدیوں تک دنیا ناز کرے گی جب حضرت قبلہ کے سامنے میں نے اپنے ارادہ کا ذکر کیا تو حضرت نے فرمایا "چھاپنے کو چھاپ لو۔ مگر عقیدتاً حضرت شیخ بغدادی سے اس دیوان کا منسوب کرنا کوئی معنی رکھتا ہو تو رکھے مگر حقیقتاً ان اشعار کو حضرت شیخ قبلہ سے دور پرے کا واسطہ بھی نہیں"۔ مگر پھر بھی میرا ارادہ یہ ہی ہوا کہ جب اور دیوان چھاپ لئے تو اس کو بھی کیوں نہ چھاپا جائے جبکہ حضرت مولانا عبد السلام صاحب مدظلہ العالی نے اس کی طباعت سے منع نہیں فرمایا۔

بڑی مشکل سے منشی نولکشور کا مطبوعہ نسخہ مستعار لیا اور جلد جلد کتابت کے کام سے فراغت حاصل کر کے کاپیاں جموائیں تو اصل نسخہ واپس جا چکا تھا۔ انتہائی خوشامد کے باوجود یہ نسخہ دوبارہ نہ ملا۔ خدا بھلا کرے ایسے لوگوں کا جو نہ خود کوئی قدم آگے رکھتے ہیں نہ دوسروں کی ہمت بڑھاتے ہیں۔ غرضکہ کچھ نولکشوری نسخہ غلط تھا کچھ اس کتابت میں کاتب صاحب کی مہربانیاں ہوئی ہوں گی اور اس طرح اغلاط کا درست ہونا تو مشکل تھا اور اضافہ ہی ہوا۔ دل نہ چاہتا تھا کہ اس صورت میں دیوان اس مرحلہ پر چھاپوں مگر سابقہ جان توڑ محنت کو کار آمد کرنے کے لئے نسخہ موجودہ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

جہاں تک اغلاط کا سوال ہے ان کو علم داں طبقہ درست کر ہی لے گا جہاں تک میرے اختیار میں تھا وہ آپ کے سامنے ہے۔ اگر کوئی صاحب مجھے اس کی اصلاح سے مطلع فرمائیں تو عین عنایت ہو گی۔ اول تو فارسی جاننے والے ہی اب کہاں ؟ مگر جو ہیں اگر ان میں سے کسی ایک ہستی کے پاس بھی میرا نسخہ پہنچ گیا تو انشاء اللہ

میری آرزو پوری ہوگی اور انشاء اللہ اگر آیندہ موقعہ ملا تو اصلاح شدہ نسخہ ناظرین کی خدمت میں پیش ہوگا۔

حضرت کے ابتدائی مختصر حالات پر سیکڑوں کتابیں موجود ہیں خود فقیر نے حیات دستگیر رح شائع کی ہے جس میں مستند حالات حضرت والد کے مندرج ہیں اس لئے اس جگہ اُن پر روشنی ڈالنا تو لاحاصل ہے۔ دیکھنا تو صرف یہ ہے کہ حضرت کو اپنے دور میں کیا کیا مشکلات پیش آئیں جن کی وجہ سے حضرت کا عزم تبلیغ بڑھتا ہی رہا۔

آپ کا زمانہ ایسا زمانہ تھا جس میں خود مسلمانوں میں افتراق پھیلا ہوا تھا جس کی وجہ سے غیر مسلم قوتیں اسلام پر غالب آنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ اس دور میں تین قسم کے خیالات عموماً لوگوں میں پائے جاتے تھے۔

۱- ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو فلسفہ یونان کو ہی عظیم سمجھتے تھے اور جن کے دل و دماغ اس فلسفہ میں کھوئے ہوئے تھے۔ ان لوگوں میں اکثر و بیشتر لوگ فرقہ معتزلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

۲- ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو شریعت مطہرہ کے ظاہری روپ پر مرتا تھا الفاظ کے پیچ و خم سے باہر آنا ان کے لئے کسی صورت جائز نہ تھا۔ بہ الفاظ دیگر یہ وہ گروہ تھا جو الفاظ پر جان دیتا تھا مقصد سے غافل تھا۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ آداب شریعت کے ظاہری پہلو سے آگے کوئی تعلیم اسلام میں موجود نہیں یہ وہ لوگ تھے جو اسلام اور اس کی تعلیمات کا دائرہ صرف الفاظ میں محدود کرنا چاہتے تھے جن کو ظاہر پرست خشک مُلّا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

۳- آخری گروہ ان لوگوں کا تھا جو اسلام کی ظاہری تعلیمات کے ساتھ ساتھ باطنی تعلیمات پر بھی یقین رکھتا تھا۔ اور ان لوگوں کی زندگیاں بھی ان کے معتقدات کا جیتا جاگتا مرقع تھیں۔ ان لوگوں کا اثر ہمہ گیر ثابت ہوا۔ ان کے سامنے نہ فلسفہ یونان کا چراغ جلا نہ ظاہر پرستوں کی شمع روشن ہوئی۔ عامۃ الناس اکثر و بیشتر اس ہی گروہ کے ساتھ ہوئے جو ظاہر و باطن کو سمو کر اسلامی تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کرتا تھا۔ ان لوگوں کے معتقدین اس قدر وارفتہ ہوئے کہ زمانہ کے گذرنے کے ساتھ ساتھ یہ اس گروہ کی تقلید اور ہدایت کو تو بھول گیا اور صرف خوش اعتقادی اور حسن ظن میں گم ہو گیا۔ نہ صرف یہ بلکہ اسی عمل کو نجات کا ذریعہ سمجھنے لگا۔

حضرت شیخ اس دور میں یہ سب کچھ خاموشی سے ملاحظہ فرماتے رہے۔ مرض بظاہر معمولی تھا مگر اس کے اثرات مہلک اور دیرپا تھے اس لئے آپ نے خوش اعتقادی اور حسن ظن جیسے خطرناک امراض سے لوگوں کو بچانے کے لئے کمر ہمت باندھی۔ اور اپنی ہر ممکن کوشش کی کہ یہ مرض وبائی نہ ہو جائے۔ اس سلسلہ میں آپ کے مشہور زمانہ مواعظ نے خاطر خواہ اثر دکھایا۔ جن میں اسلام اور تصوف کا صحیح تعلق اور مطلب و منشا پیش کیا گیا ہے۔ جن کو پڑھ کر حساس دلوں میں تڑپ پیدا ہوتی ہے مردہ روحوں میں بیداری پیدا ہوتی ہے اور تصوف کا صحیح نقشہ سامنے آتا ہے۔

سوانح عمریاں تو بہت کثرت سے موجود ہیں خدا توفیق دے اور ذوق بھی ہو تو شطنوفی کی بہجتہ الاسرار پڑھیے۔ یحی التدنی کی قلائد الجواہر دیکھئے۔ محمد الدلائی کی نتیجۃ التحقیق ابن حجر کی غبطۃ الناظر۔ الذہبی کی تاریخ اسلام اور ابن رجب کی شذرات الذہب شیخ سنوسی کی تصنیف کردہ حضرت شیخ کی سوانح پڑھیے۔ یہ سب لوگ حضرت والا

کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں تو مذکورہ کتابیں موجود ہیں۔

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو کون نہیں جانتا۔ یہ صرف شیخ جیلان کا تصرف تھا کہ سلسلۂ سہروردیہ کا یہ امام علم ظاہری سے ہٹ کر علوم باطنی میں گم ہو کر رہ گیا۔ یہ حسنی اور حسینی سید وہ عظیم المرتبت انسان تھا جس کی زندگی مذہب اسلام کی تبلیغ کے لئے وقف تھی جس کا مقصد دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا فروغ تھا۔ اور یہ ہی ایمانی سربلندی تھی جس کی وجہ سے آج آٹھ سو برس گذر جانے کے بعد بھی لوگوں کی گردنیں اس کے نام کے لئے ہی ادب سے جھک جاتی ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

حضرت غوث الثقلین مرکز ولایت ہیں۔ عالم اسلام میں جسے کوئی عظیم روحانی مرتبہ ملا وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی توجہ باطنی سے ملا۔

سید نجیب الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

میں نے حضرت عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں سے زیادہ دین دار، زیادہ پرہیزگار، زیادہ سخی اور زیادہ مسکین پرور کسی جماعت کے ارکان کو نہیں دیکھا۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ کی تصانیف عام طور پر چار ہیں۔

(۱) فتوح الغیب۔ اٹھتر وعظوں کا یہ عدیم النظیر مجموعہ ہے۔

(۲) فتح ربانی۔ تریسٹھ وعظوں کا دل نشیں مجموعہ۔

(۳) غنیۃ الطالبین۔

(۴) الفیوضات الربانیہ

مذکورہ دونوں کتابیں سالک کے لئے تصفیہ قلب اور تزکیۂ نفس کے لئے

غیر متر قبہ نہیں ہیں۔

حضرت جب کبھی وعظ فرماتے تھے تو بعض اوقات ستر ستر ہزار شیدائیوں کا مجموعہ ہوتا تھا جو ہمہ تن گوش ہو کر حضرت کے ارشادات کو سنتا تھا اور چار سو کاتب حضرت کی زبان سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کو قلم بند کرتے تھے۔

یہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں۔

غرضکہ یہ عظیم ہستی جب دنیا میں آئی تو وہ خدمت انجام دی جس کا جواب نہ ہو سکا۔ آپ سے پہلے قرآن وسنت کا احترام بس برائے نام تھا۔ نہ تقویٰ تھا نہ طہارت۔ نہ اتباع سنت نفس کی لذتوں کی نذر ہو چکا تھا۔ مکر و فریب بطور ہنر کے مانا جاتا تھا۔ نفس پرستی۔ شراب نوشی۔ زنا کاری۔ یہ سب برائیاں طوفانی تیزی سے بڑھ رہی تھیں مگر حضرت شیخ کی ایک توجہ سے اس محفل شیطانی کا رنگ پھیکا کر دیا۔ اور وہ رنگ جمایا جس کو دنیا آج تک نہیں بھولی۔

ان کا یہ دیوان ہے۔ ان کی عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے بس اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ ان سے جو چیز منسوب کی گئی ہے نہ بھی ملنا ہی ہو اس لئے جو بھی سمجھا جائے خیالات کے اعتبار سے چیز اونچی ہے۔ قابل قدر ہے۔

وما توفیقی الا باللہ

التماس

حضرت سلطان الاولیاء غوث الاعظم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر سوانح حیات مستند حوالوں کے ساتھ اس نظریہ سے مرتب کی گئی ہے تاکہ آپ حضور محبوب سبحانی کے حالات سے واقفیت حاصل کر کے ان کے خیالات متبرکہ سے فائدہ اٹھائیں۔

یہ ظاہری اور معنوی آرائشوں سے مرصع کتاب جس پر حسین گردپوش ہے مجلد سفید کاغذ پر چھپی ہے۔ کتابی تقطیع ہے۔ نام اس کتاب کا

حیات دستگیرؒ

ہے۔ ہدیہ صرف تین روپے (۳ روپے)

مِلنے کا پتہ

کتب خانہ نذیریہ اردو بازار جامع مسجد دہلی

ارشاد محبوب

حضور سلطان المشائخ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات فوائد الفواد شریف کا اُردو ترجمہ انتہائی خوبصورت انداز میں عقیدت کے جذبہ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے چھ سو صفحات چکنے کاغذ پر کتابی تقطیع مجلد مع گرد پوش جس پر آستانہ محبوب کا روح پرور عکس ہے۔

ہدیہ صرف تین روپے (۳ روپے)

حیاتِ عثمانؓ

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مختصر مگر جامع سوانح حیات۔ جس کا ہر ہر لفظ ایمان و حیا کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ دورِ خلافت کی عظیم الشان داستان جس پر خوبصورت جلد مع گرد پوش ہے۔ کاغذ چکنا۔ کتابت طباعت دیدہ زیب۔ اس کا پڑھنا ثواب اور اس پر توجہ دینا ایمان کی ضمانت ہے۔

ہدیہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

ناشر

کتب خانہ نذیریہ اردو بازار جامع مسجد دہلی

ضابطۂ شریعت

شمس العلماء مولانا حافظ نذیر احمد دہلوی کی وہ عدیم النظیر تصنیف جو شریعت مطہرہ کا مکمل دستور ہے تین حصوں پر مشتمل ہزار صفحوں سے زائد بڑی تقطیع پر، یہ چکنے کاغذ پر چھپی ہوئی کتاب اس قابل ہے کہ خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھنے کی ترغیب دیں۔

حصہ اول۔ حقوق اللہ پر مشتمل ہے۔

حصہ دوم۔ حقوق العباد پر مشتمل ہے۔

حصہ سوم۔ اخلاق و آداب پر مشتمل ہے

ہدیہ ہر سہ جلد کامل مجلد دس روپے۔

بچّوں کی نماز

نماز فریضہ اسلامی ہے اور سب سے اہم فرض ہے

اس کو پورا کرنا شرط مسلمانی ہے اپنے بچوں کو نماز

کا صحیح طریقہ بتائیے تاکہ بڑے ہوکر وہ اس فرض کو سمجھ

کر اچھی طرح ادا کرکے اپنی دین و دنیا کو بہتر بنائیں۔

مختصر آسان اردو میں نماز کے تمام مسائل دلنشیں

انداز میں انتہائی خوبصورت کتاب مع گرد پوش۔

ہدیہ صرف ایک روپیہ۔

ناشر

کتب خانہ نذیریہ اردو بازار جامع مسجد دہلی

نذر

اپنی اس کوشش کو دربار محبوب سبحانی میں پیش

کرتا ہوں۔ شاید قبول ہو۔

محمد مسلم احمد نظامی ایم اے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بے حجابانہ درآ از درِ کاشانۂ ما
کہ کسے نیست بجز دردِ تو در خانۂ ما
گر بیائے بسرِ تربتِ ویرانۂ ما
بینی از خونِ جگر آب شدہ خانۂ ما
فتنہ انگیز مشو کاکلِ مشکین مکشائے
تابِ زنجیر ندارد دلِ دیوانۂ ما
مرغِ باغِ ملکو نیم درین دیرِ خراب
می شود نورِ تجلاّئ خدادانۂ ما

با احد در لحد تنگ بگوئیم کہ دوست
آشنائیم تو ئی غیرِ تو بیگانۂ ما

گر نکیر آید و پرسد کہ بگو ربّ تو کیست
گوئیم آن کس کہ ربود این دلِ دیوانۂ ما

منکرِ نعرۂ ما گو کہ بما عربدہ کرد
تا بہ محشر شنود نعرۂ مستانۂ ما

شکر للہ کہ نمردیم و رسیدیم بہ دوست
آفرین باد برین ہمتِ مردانۂ ما

مجتبیٰ بر شمع تجلائی جمالش می سوخت
دوست می گفت زہی ہمتِ مردانۂ ما

ای بلبلِ شوریده دیوانه توئی یا ما
جویایِ رخِ خوبی جانانه توئی یا ما

تو عاشقِ گلزاری من عاشقِ دیدارم
در درد فراق او مردانه توئی یا ما

تو در قفسی و ما در خلوتِ خود تنها
ای گوشه نشین مستِ دیوانه توئی یا ما

در فصلِ بهارِ وی از عشقِ جمالِ وی
با نعره و فریادی مستانه توئی یا ما

عشقِ تو بما بلبل اندر رگ و پی رفته
آن باده کو آن را پیمانه توئی یا ما

تو چون گل و ما جز دوست چیزی چو نمی بینیم
از غیر حبیب خویش بیگانه توئی یا ما

تو زخم خوری از خار ما را بکشد بر دار
آیا بزبان خلق افسانه توئی یا ما

تو عاشق و ما عاشقِ دم درکش و حاضر باش
ورنہ بخدا امروز در خانہ توئی یا ما
گویند کہ گنجی ہست اندر دلِ ہر سرمست
از بہرِ چنین گنجی دیوانہ توئی یا ما
محیی بگلستان شد با بلبل نالان گفت
کاے بلبل نالندہ جانانہ توئی یا ما

در غمِ عشق توزان بگذشت کارِ دل مرا
کز وفایت کم شود یک لحظه کارِ دل مرا

فارغم از گشت گلشن کز غمِ تو هر زمان
بشگفد صد گونه گل از خارِ خارِ دل مرا

بر دلم باری حوالت کن غم و اندوه خود
چون توان کردن که کردی غم گسارِ دل مرا

ماهی کو بر کنار افتد ز دریا چون بود
هم چنان باشد بلاد ور از کنارِ دل مرا

آن که روزم شد سیه باشد ز بے صبریٔ دل
تیره تر یا داز روزم روزگارِ دل مرا

باز آمد روز هجران ناله کن بارے ز دل
چون تو بودی و فراقِ یارِ یارِ دل مرا

چند چون یحییٰ کشد دل در رهِ تو انتظار
سوخت هم چون سایه بر ره انتظارِ دل مرا

گر نداری آرزوی وصل جانان جان مرا
زندگی بگذاشتی بی او غم هجران مرا
سرو من آغشته در اشکِ جگر گونِ من ست
فارغم گر باغبان نگذاشت در بستان مرا
نیست فرقی در میان شخص من تا سایه ام
بس که در آتش فگنده این دلِ سوزان مرا
حالِ من چون پیر کنعان شد کنون چون بنیت
بس که آمد سیلِ اشک از دیدهٔ گریان مرا
جامهٔ جان چاک شد در وادیِ عشق و هنوز
هر طرف صد خارِ غم بگرفته در دامان مرا
هم چو من یارب که گردی بی نصیب از وصل یار
ای که دور انداختی از صحبت جانان مرا
این که با مردم مدارا می کنم از بهر تست
ورنه کی پروا بود از قول بد گویان مرا
خانهٔ من گلخن و فرش من از خاکستر است
تا که چون مجنون بخوابی بی سر و سامان مرا

بازِ دگر صبحِ سعادت دمید
زان که صباح است کنون شامِ ما

زان میٔ قتال که دارد خدا
از دل شب ریخته در جامِ ما

باز میٔ عشق بسے خورده ایم
تا چه شود خواجه سرانجامِ ما

ہیچ بلا نام زدِ خلق نیست
تا سر دفتر نه بود نامِ ما

از دل هر روزهٔ ما بشنوند
زمزمهٔ عشق دلارامِ ما

تا ابد ای دوست حلاوت دہد
چاشنیِ دردِ تو در کامِ ما

عاشقِ دیوانه و مستیم از آن
درد پیاپے رسد انعامِ ما

از شررِ مشعلۂ عشق دوست
سوختہ شد ظاہرِ اسلامِ ما
خوارئ خلقان جہان می کشم
تا بہ کرم حق کند اکرامِ ما
مجیؔ بہ محبوب نظر کرد و گفت
بازہ بر آمد قمر از بامِ ما

من هم چو آذر از برون بت می تراشم روز و شب
وز اندرون هم چون خلیل الله گویم این عجب
در بتکده با این بتان با آن که هستم همعنان
نورِ خدا بینم عیان حیران او یم روز و شب
بشنو تو ها و هوی من بنگر تو رنگ و بوی من
بشگاف یک یک موی من بین تو دروی روز و شب
آن سرو بالا کیست آن کز وصف او لال ست زبان
در عشق او دیوانه شد هم ترک و تاجیک و عرب
هر گه که سلطانِ جهان خواهد که بیند روئے خود
از لولیان مملکت آئینه می دارد طلب
وقت تجلّئ خدا در رقص آمد کوه طور
اندر دل سنگین سنگ از بس که پیدا شد طرب
در محفل جنت بتو حق می دهد جام طهور
نی باده دارد رنگ و بو نی جام دارد کیف لب

من عاشقِ خود خواندمت نزدیکِ خود بنشاندمت
جز فضلِ بی پایانِ من این را ندانی تو سبب
اشتر که بینی مست شد بردارد از ره جسمِ خود
وز غایتِ مستی برد سر در سوِ کوه و حطب
او معصیت را از کرم طاعت کند در روزِ حشر
رحمت کند بر عاصئی کو شد سزاوارِ غضب
آن یوسفِ کنعان عجب گر نیست در بازارِ مصر
کین جملهٔ بازاریان دارند فریاد و شغب
هیچی چراغ روشن است اندر دلت از نورِ حق
نی کوکب در دے ست چون این دل ز قندیلِ حلب

بندهٔ گر بنگ خوردی در شراب
توبه کن آمرزمت بی پیچ و تاب
گر خطا کردی بگو بد کرده ام
تا کنم جمله خطا را من ثواب
کی حسابِ آن گدا گر داست شاه
گو خورد در مطبخِ شه نان و آب
بندهٔ مائی و اندر شرع ما
بنده هر چه کرد بر خواجه ست خواب
خصم دامن گیر را راضی کنم
روز حشر از تو دهم بر او ثواب
در دل شب تا که گوئی ای خدا
من ترا بیدار می سازم ز خواب
چون ترا سلطان گرفت اندر پناه
غم مخور از هیچ ملکِ از انقلاب

ما ترا از بس کہ می داریم دوست
دارمت از عشق خود دایم خراب
از عذابم چند ترسائی بگوئی
دوست ہرگز دوست را کردہ عذاب
تا کہ حُسن و ناز با ما کم کنے
گاہ گاہے می کنم بر تو عتاب
وقف روی تست این دیدار من
وقف ذرّہ کردہ ام من آفتاب
تو ز دوزخ ترسی و دوزخ ز من
پس مکن از ترس دوزخ اضطراب
در جہنّم گر روی من گویمش
تا ز تو نی ہیچ سوزدنی کباب
من کنم آمین دعا ہائی ترا
من دعا ہائی تو سازم مستجاب
مجیبیؔ را آن دم کہ آمر زیدہ ام
ہیچ موجودی نبود از ہیچ باب

جمعہ نوروز خادرا

از جمال لایزالی بر نداری گر نقاب
عاشقانِ لاابالی را بماند دل کباب

صدرِ جنت گر بود بی دوست در قعرِ جحیم
خیمہ ہائے عاشقان بینی طناب اندر طناب

قاصرات الطرف عین باشند حوران بہشت
ہر کہ شد کوتہ نظر گو سوئی ایشان می شتاب

عاشقان نے حور خواہند نے بہشت از بہر آن
فارغ انداز کتخدائی خانمان کردہ خراب

پردۂ محشر بدرند عاشقان چون از لحد
سر بر آرند با دل پر آتش و چشمِ پُر آب

با دل مجروح می گویند و می گویند گو
آن کہ کردہ وعدۂ دیدار خود روز حساب

بے تماشائی جمالت محیی گوید روز حشر
در صفِ بیگانگان یا لیتنی کنت تراب

گر تماشای جمال حق نباشد در بهشت
برکنند مستان حضرت قصرہا را خشت خشت

حق تعالیٰ چون دہد بر بندگان جامِ طہور
کاسہ بشکنیم و با آن کاسہ دہ خوانیم ہشت

بر درختِ دل امید وصل تو کردیم وصل
در دو عالم غیر ازین ما را نباشد ہیچ کشت

یکسر موئی نباشد خالی از سودائے دوست
در سر این سود است ما را تا نباشد سرنوشت

آن کہ شد سر رشتۂ بختِ ہمہ در قبلہ اش
تا گلیم بخت ما را از کدامی نیک و زشت

تا نہ بینم دوست را این حُلّہ پوشم سیاہ
از میانِ حلہائے رنگ رنگ اندر بہشت

از سجودِ بُت مرا کافر مگو دیوانہ ام
سجدہ می کردم ندانستم کہ کعبہ ست یا کنشت

چون رود از پیش چشم عاشقان مجنون دوست
زان کہ از لایعقلے مجنون نداند خوب و زشت
کے مشام جان مشتاقان معطر می شود
گر نباشد بوئ او در جنتِ عنبر سرشت
محیی می گفت آہ من چارہ چہ سازم چہ کنم
دل برفتہ در بلائ عشق او جان را بہشت

سی صد و شصت نظر ابتہ بندۂ ماست
بندہ را مرتبہ بنگر ز کجا تا بہ کجاست
بے وفائی مکن و از درِ ما دور مرد
زان کہ ما را ز ازل تا با بد با تو صفاست
روئے ناشستۂ چرکین شدہ از چرک گناہ
آب گرمی کہ از و شستہ شود رحمت ماست
ہم بدستِ تو دہم نامۂ تو روزِ حساب
تا نداند کسِ دیگر کہ درین نامہ چہاست
یک نکوئی تو را دہ بد ہم در دنیا
باز در آخرت آن ہفصد و ہفتاد ترا ست
گر بدی از تو بر آید بہ کرم عفو کنم
این چنین لطف و کرم غیرِ منِ بندہ کراست
نار دوزخ چہ کند با تو چرا ترسی از و
ظاہر و باطن تو چون ہمہ از نورِ خداست

هر چه خواهی بطلب تو ز من و شرم مدار
بر من اے بندہ اجابت بود و بر تو دعاست

تو ز من هیزم و شیر و نمک و دیگ بخواه
من وکیلِ تو ام از من بطلب هر چه سزاست

من عطا کردہ ام ایمان عطا کردۂ خویش
کی ستانم ز گدای کہ بر او صدقہ رواست

با تو ام من ہمہ جا ترس تو از شیطان چیست
چون پناہت منم ابلیس بیا گو کہ صلاست

بیوفائی ہمہ از جانبِ تست ای مجتبیٰ
ورنہ از ما کہ خدائیم ہمہ مہر و وفاست

تا شستہ نزار رویت نی آب نزانی دست
نی ہیچ کسی جز حق شوئندہ رویت ہست
جام مئ عشق حق درکش تو اگر مردے
تا مست خدا میری در گور روے سرمست
ہر صوفی وصافی کو بوداست ریاضت کش
او زلۂ مردانہ از خوان جہان بربست
یوسف کہ برادر را بد نامی دزدی داد
در خلوتِ خاصِ خود با او چہ سبب بنشست
بربستہ دگر باشد برستہ دگر ای دوست
برستہ کسی باشد کو دوست بدو پیوست
تا عقل مصاحب شد با دل غم و محنت دید
ہم صحبتِ عشقش شد واز جملۂ غم ہارست
سرتا بقدم مجتبی پیوستہ جراحت ہست
چون دو ہمہ عمر اورا یک روز نہ بند دست

عمل من همه عمر از چه خطا افتاد است
چه غمت چون سرو کارم بخدا افتاد است

بچنین دست تهی وصل خدا می طلبم
تو بمن گو که چنین کار کرا افتاد است

خجلم تا بقیامت چه بگویم هیهات
که میان من و تو دوست جها افتاد است

نظرم جز به کمالِ کرمِ حق نه بود
همه کارم همه عمر از چه خطا افتاد است

تو به من لطف و کرم کرده که تنهائی دوست
کرمت بخشش همه کس همه جا افتاد است

نظری کن بعنایت تو درین آخر عمر
سوئ این بنده که در عین بلا افتاد است

به من از خوف مگو تو مکن دمیدم
که از و بخشش گنهگار رجا افتاد است

به تو در کنج لحد گفت خدا از سرِ لطف
که بگو روی به تو خاک چرا افتاد است
بر زمینِ دلِ هر کس بنشاند تخمے
بزمینِ دلِ ما تخمِ وفا افتاد است
بخدا در نظرِ محبیؔ تو پیوسته دلت
طالبِ فقر و محبت فقر افتاد است

گنه کردی بگو کردیم ای دوست
که بعد از کار بد این توبه نیکوست
گنه کردن اگرچه خوی تو گشت
ولی عفوِ گناهت هم مرا خوست
تو شب بر خاک رو می مال می نال
که آن نالیدنت داریم ما دوست
نفس های گنه کاران تائب
مرا خوشبوی تر از مشک خوشبوست
چو فضل ماست پشتیبانت ای پیر
چه غم داری اگر پشتِ تو دو توست
کسی کز وی بتر نبود بعالم
مرا لاتقنطوا در بارهٔ اوست
به نعمت های جنت پروری مغز
ترا بر استخوان گر خشک شد پوست

چو رحمان بر تو نیکو هست غم نیست
اگر شیطان بدست و یا تو بد خوست
نمیرد ماهیٔ دل محبیؔ هرگز
زلالِ رحمتِ حق تا درین جوست

پیروی شیطان بیکباره کند بس بیره است
پوستین دادن بگاذر کار مردی ابله است
گرچه شیطان زعفران بسیار می دارد بملک
کی بریزد پیش حیوانی که قوت او که است
در صباح آن مرد دارو خورده باشد باگله
تو بناهت در نماز شام بس کے آگه است
آن توی اندر جوانی کلّه خشک از غرور
وقت پیری خود خرف گشتی و پشت دونه ست
کردی از مُردن فراموشی کنی دایم گناه
یاد مُردن توبه کردن در دل تو گه گه است
گفته اند گردی و مردی نیستی مردِ خدا
در رهِ دین گرد گرده هرکه او مردِ ره ست
در درون گر ناله زار است از برون نقش و نگار
لایق این گرسنه می دان که سرکه باگه است

شاہ در خرگاہ باشد تا بود خرگاہِ شاہ
ور خری باشد دران خرگاہ نبود خرگہ است

مومنِ صادق چو از سرپوست می آید برون
وان منافق پیشہ مانندِ پیازِ تہ تہ است

مجبی ؔ ہر کس در جہان کرد است کاری اختیار
کار درویشان بدرگاہ خدا شین اللہ است

آه درد آلود مردم جان جانهارا بسوخت
سینۂ مجروح ہر مجنون و شیدارا بسوخت

در جگر ہای کباب این آہ من زد آتشے
آہ ازین آہی جگر سوزی کہ دلہارا بسوخت

با مدرّس گفتم از سوزِ دلِ خود شمۂ
آتشے در جانش افتادہ سرو پارا بسوخت

پیش یوسف گر رسی روزی بگوئی اے عزیز
آتشِ عشقِ تو سرتاپا زلیخارا بسوخت

نو بہاران اشک ریزان جانبِ صحرا شدم
آہ گرمم سبزہ ہای کوہ و صحرارا بسوخت

مجیبی نادانست کان یاران بغفلت می روند
خرقۂ و تسبیح و مسواک و مُصلّا را بسوخت

باتو ای عاصی مرا صلح است هرگز جنگ نیست
زان که غیر از غم ترا اندر دل دل تنگ نیست

روی زردِ خود بما کن زان که بر درگاهِ ما
هیچ روی به ز روی زعفرانی رنگ نیست

در دلِ شب ها رسن در گردن افگن توبه کن
بنده را پیش خدا از توبه کردن ننگ نیست

گر شراب و بنگ خوردی توبه کن الله گو
یاد ما کن چون دهانت پر شراب و بنگ نیست

ما بدی ها را به نیکوئی بدل خواهیم ساخت
کار ما با بندگانِ بد بجز این رنگ نیست

در دلِ سنگین بدکاران امیدِ فضل ماست
جای جوهر های سنگین جز میانِ سنگ نیست

عاصیان دارند نظر بر ما و ما بر عاصیان
ما چو کردیم آشتی کس را مجالِ جنگ نیست

پشۂ لنگی کہ بارِ او گران افتادہ است
می رود افتان و خیزان گرچہ پیش آہنگ نیست
نیک مردانِ جہان گر چنگ در طاعت زنند
محیی مفلس ترا جز فضلِ حق در چنگ نیست

پای دل در کوی عشقت تا بزانو در گل است
همتی دارید با من زان که کارِ مشکل است
من ندانم کین دل دیوانه را مقصود چیست
گو همیشه سوی سرگردانی من مایل است
فیل محمودی فرو ماند اگر بیند بخواب
بار سنگینی که از دردِ تو ما را بر دل است
ای دل آواره آخر چند می گوئی بگو
اندران کوی که پای صد هزاران در گل است
همدمم آهست محرم غم در ایامِ شباب
وقت عیش و نوجوانی وچه خوش ما حاصل است
خود بخود گویم سخنها چون بگریم زار زار
محرم راز غریبان لابد اشک سائل است
مجبی با این زندگانی گر گمان داری که تو
راه حق رفتی یقین میدان که فکر باطل است

گفتا کئی تو با ما گفتم کمین غلامت
گفتا مگر ز تو مستی گفتم بلے زجامت

گفتا چہ پیشہ داری گفتم کہ عشقبازی
گفتا کہ حالتت چیست گفتم غم و ملامت

گفتا کہ چیست حالت گفتم کہ حال شاکر
گفتا کجا فتادی گفتم میانِ دامت

گفتا زمن چہ خواہی گفتم کہ درد بیجد
گفتا کہ درد ناکی گفتم کہ تا قیامت

گفتا چہ مے پرستی گفتم جمال رویت
گفتا چہ داری با من گفتم بسی ندامت

گفتا چگونہ بی من گفتم کہ نیم بسمل
گفتا چہ چیز داری گفتم ہمہ غرامت

گفتا چرا گذاری گفتم ز بیم ہجرت
گفتا کہ با کہ سازی گفتم بیک سلامت

گفتا کہ کیست مجبی گفتم ہمان کہ دانے
گفتا نشان چہ داری گفتم کہ صد علامت

غم مخوری که عاقبت جای تو صدرِ جنت ست
روی دلِ تو تا ابد سوی رضای حضرت ست

غم مخوری که مرغ جان چون ز تنت همی پرد
منزلِ آشیان او مقصدِ صدقِ نیت ست

غم مخوری که این تنت چون بلحد فرو رود
خاک تنِ تو تا حشر غرقه بآبِ رحمت ست

غم مخوری که حق ترا از همه خلق برگزید
این ز جمالِ لطف اوست نه ز کمال خدمت ست

غم مخوری که روز و شب سی صد و شصت لطفِ حق
در تو نظر همی کند این همه از محبت ست

غم مخوری که هر کجا تو که توئی خدای تست
در طلب خدا ترا بنده بگو چه زحمت ست

غم مخوری که عشق خود با گل تو بهم سرشت
عشقِ خدای تو بتو همدمِ وصل خلقت ست

غم مخوری کہ با تو ہست آن دگری بغیر تو
او نہ تو ہست و تو نہ او گفتن او برخصت ست

غم مخوری کہ بے شراب مست و خراب گشتۂ
محتسبان شہر را گو کہ شراب جنت ست

غم مخوری کہ حق ترا بندۂ خویش خواندہ است
بندگیٔ خدا ترا مجتبیٰ نشان دولت است

مئ صافی طلب جانان کہ دردی کش گران خوار است
تو از ساقی نشانی گو کہ این جا هست بسیار است
ازین سودائے عشق آخر سرت برباد خواهی داد
سرت چون می رود خواجہ چہ جای فکر دستار است
زر کیسہ ترا نقدی بروں می باید آوردن
چنین کار آید از دزدی شبکر ستی کہ طرّار است
در دکان هر مردی منادی کرد شب گردی
کہ شب غافل مشو خواجہ عسس با دزد هم یار است
چو سلطان یار دزدان شد بشارت دہ تو دزدان را
نہ دست و پائی می برند نی زندان و نی دار است
بشارت داد آن سلطان مترسید اے تهی دستان
کہ گنج رحمت رحمان نثار هر گنهگار است
شب اندر خود کہ چون سلطان بجاسوسے همی گردد
کسی واقف شود زین سر کہ او شب گرد عیار است

بمحشر چون شوی حاضر گناهانت بود ظاهر
بترسی زان تو ای عاصی خداوند تو ستار است
چرائی بندهٔ غمگین چو از لطف و کرم آخر
ترا با عیب هائے تو خدائی تو خریدار است
خدائی گو بد ای بنده من آن سلطان بالطفم
که بر درگاه من هرگه که می آئی ترا بار است
برخ گر زرد شد عاشق نه یرقان باشد و نی دق
طبیبِ عاشقان داند که از بهر چه بیمار است
شرابِ عشق چندان خور که سر از پای نشناسے
که بر مستان حضرت را نه هشیاری بسی عار است
شتر چون مست می گردد دهانش از علف بندد
اگر مستِ خدائی تو چرا حرصِ تو با خار است
اگر مستی تو پا کو بان همی بر ی ببا بان را
اگر هشیار می ترسی که راه کعبه پُر خار است

ترا یک حج بود سالی ولی در کوی یارِ ما
گذارد هر زمان حجی کسی کو عاشقِ زار است
طوافِ کعبه کن حاجی مرا بگذار در کویش
که حجِ اکبر عاشق طوافِ کوی دلدار است
شهیدان را نمی شویند شهیدِ دون مشو محبی
که اندر مذهبِ رندان کسی کو مرد مُردار است

هرچه از سنگین دلان بر جان ما آید خوش است
گر وفا آید خوش و گر هم جفا آید خوش است

بشنوم تا چند بوی گل ز بادِ صبح دم
بوی او گر همرهِ بادِ صبا آید خوش است

راضیم از هرچه پیش آید بدردِ عشق تو
گر همه بر جان من درد و بلا آید خوش است

روز ابر این چنین داری چو سر در کاسهٔ
گر بجای قطره ها سنگ از هوا آید خوش است

عشق زیبا می نماید محبیؔ هر کس را که هست
بوئ گل گر زان که از بادِ صبا آید خوش است

آن که آتش افگند در خلق جانان من است
وان که می سوزد از آن در دلش همین جانِ من است

تا شدم دیوانه پیشم قصر شه ویرانه است
کاسمان فیروزهٔ از شاخ ایوانِ من است

عشق ورزیدم نهان ای وای بر من کین زمان
نقل هر مجلس حدیثِ عشق پنهانِ من است

گر فلک خواهد که سازد خانهٔ مردم خراب
گو مکش زحمت که کاری چشم گریانِ من است

انچه دردم بگذرد باشد شبی وصلِ حبیب
وانچه پایانی ندارد روز هجران من است

مرد محیی و سیه پوشید بهرِ ماتمش
هر کجا ورقے بود اوراق دیوان من است

یارب آن ساعت کہ خلق از ما نیارد ہیچ یاد
رحمتِ خود کن قرین ما الیٰ یوم التناد
نامۂ نیکان شدہ پُر طاعت آیا چون کنم
نامہائے ما بدان چیزی ندارد جز سواد
این چنین کالائ پُر عیبی کہ گردد ردِّ ماست
گر نبودش روز بازارش بنامت جز کساد
عبد شد عبدی برحمت دہ خداوندا بما
ورنہ تو ندہی از کہ جوید بندگان نامراد
رد مکن یارب تو مارا چون ببازار الست
عیب ہائ ما ہمہ دیدی و کردی بامراد
شب رسن در گردن اندازم بگریم زار زار
از غمِ عمرے عزیز خود کہ بردادم بباد
این و آن از بس کہ بے او زندگانی می کنم
وقت مردن جان نمی دانیم چون خواہیم داد

آه ازان ساعت که عزرائیل قصدِ جان کند
جان شیرین را ببایدداد و لب نتوان کشاد

تا دمِ آخر چه خواهد کرد با ما آه آه
ای خوشا وقتی کسے کز مادرش هرگز نزاد

نامه می خوانند و می گفتند کراماً کاتبین
در جمیع عمر این بنده نیامد حرف یاد

پیش تابوتم منادے کن بگو این بنده ایست
کو گنه بسیار کرده بر خدا کرد اعتماد

یا رب آن کس را بیامرزی که بعد از مرگ ما
روح ما را او به تکبیرے کند گه گاه یاد

گر بجا کم بگذری یا بگذرم بر خاطرت
این دعا می کن که یا رب گور او پر نور باد

رحم خواهد کرد بر من خواهد آمرزیدنم
روی زردِ خود چو بر خاکِ لحد خواهم نهاد

محیی گرچہ لبس بدی کردہ ندارد نیکیی
لیک می دارد بجان ورحق نیکان اعتماد

تا ابد یارب ز تو من لطفها دارم امید
از تو گر امید برم از کجا دارم امید

زیستم عمر بسی چون دشمنان دشمن بگیر
بیوفائی کرده ام از تو وفا دارم امید

هم فقیرم هم غریبم بیکس و بیمار و زار
یک قدح زان شربت دار الشفا دارم امید

ناامیدم از خود و ز جملهٔ خلق جهان
از همه نومیدم اما از تو می دارم امید

منتهائی کار تو دایم که آمرزیدن است
زان که من از رحمت بی منتها دارم امید

هر کسی امید دارد از خدا و جز خدا
لیک عمری شد که از تو من ترا دارم امید

هم تو دیدی من چها کردم تو پوشیدی ز لطف
هم تو می دانی که از تو من چها دارم امید

ذرّه ذرّه چون خدا گرداندم خاکِ لحد
بهرِ هر ذرّه ز تو فضلِ خدا دارم امید
هم بارهم بد گفته ام بد مانده ام بد کرده ام
با وجودِ این خطاها من عطا دارم امید
روشنی چشم من از گریه کم شد ای حبیب
این زمان از خاکِ کویت توتیا دارم امید
محیّی می گوید که خونِ من حبیبِ من بریخت
بعد ازین کشتن از و من لطفها دارم امید

از سر تا پا تن من گر همه اندوه و غم باشد
هنوز از این چنین دردی که دارم از تو کم باشد

چگونه سر نسائی بر فلک کز غایتِ عزّت
بهر جا پا نهی سرها نز از زیرِ قدم باشد

غنیمت دان حضورِ درد و غم اے دل که دوران را
وفائی نیست چندانی و صحبت مغتنم باشد

خوش است از خوبرویان گه جفا گاهی وفا لیکن
ز من مهر و وفا از تو همه جور و جفا باشد

دمِ آب از سفال سگ بگوئی یار نوشیدن
مرا خوشتر بود زان باده کان در جام جم باشد

خلاصی گر ز هستی بایدت عاشق شوامی مجبی
که اول گام در عشقِ پریرویان عدم باشد

تعالی اللہ چہ حسنت این کہ چون برقع براندازد
اگر باشد دل از آہن کہ ہم چون موم بگدازد
ہمہ خوبان بحُسن خویش می نازند و ماہِ من
چنان باشد کہ حُسن او بروی خوب می نازد
بود رسم پریرویان کہ بادیوانگان نازند
شدم دیوانۂ آن تندخو با من نمے نازد
مکن اے مدعی عیبم اگر نالم جُدا از یار
کہ من در ہجر می سازم ولیکن دل نمی سازد
کجا پروا کند محیی کہ در عالم بود عارے
چنان مشغول یار است او کہ با خود ہم نپروازد

کسے کو یار خود دار چرا بر دیگری بیند
حرامش باد عشق آن کس کہ ہم بر دیگری بیند
ازین آتش کہ من دارم ز شوق او عجب نبود
کہ آن مہ چون ببالین آیدم خاکستری بیند
ہمہ عالم ز تاب مہر سوزندہ شدہ عمرے
کہ مہر از رشک تو سوزد کہ از خود بہتری بیند
اگر عاشق ز دل نالد ز گریہ نیست پروایش
اگر بر جای ہر مو بر تن خود نشتری بیند
نگردد آن نامسلمان ہیچ گہ رحمی ومی دانم
کہ بر تمن سوزندش دل گر سوی من کافری بیند
خوش آن ساعت کہ در کوی بتان محیی رود سرخوش
بدستے شیشہ در دستے پُر از می ساغری بیند

من نمی گویم که جور روزگارم می کشد
طعنهٔ بدخواه زبی رحمی یارم می کشد

دور از و بی طاقتی باشد که روزی چند بار
محنتِ دوری و داغ انتظارم می کشد

من نهانی عشق می ورزم با وآن تندخو
از برای عبرتی خلق آشکارم می کشد

گر روم در کوچهٔ بازیچهٔ طفلان شوم
ور نشینم گوشهٔ فکرِ تو زارم می کشد

شب گذارم در خیالت روزگارم چون شود
روز فکرِ نالهٔ شب های تارم می کشد

شوق دیدارت مرا می کشت زین بیش کنون
آرزوی بوسه امیدِ کنارم می کشد

می کشد زحمت طبیبی غافل است از این که او
هم چو محبتی سوزش جان فگارم می کشد

روزنی جز زخم تیرش در سرای تن مباد
غیر داغ حسرتش تا بام آن روزن مباد

عاشقِ روی بتان یارب مبادا هیچ کس
ور کسی عاشق شود یارا این بتانِ من مباد

کرده از تیغِ جفا هر لحظه چاکی در دلم
آن که از خار بتش هرگز چاک در دامن مباد

جنتِ عاشق چو باشد بعد مردن کوی یار
مرغ جانم را جز آن دیوار و در مسکن مباد

مهر و مه را روشنی از پرتوِ رخسار تست
بی رخت هرگز چراغ مهر و مه روشن مباد

آرزو دارم که در عشقت تنِ بیمار من
خالی از افغان و زاری فارغ از شیون مباد

تاج شاهی چون شود با خاک یکسان عاقبت
افسر مجنی بجز خاکسترِ گلخن مباد

شاخ گل از نازکیِ یار یادم می دهد
برگ گل زان گل رخ رخسار یادم می دهد

چون روم در کوه تا از یاد او فارغ شوم
می خرامد کبک زان رفتار یادم می دهد

هر کجا بینم گلے با خار می سوزم که آن
همدمیِ یار با اغیار یادم می دهد

داستان تیشۂ فرهاد و کوه بے ستون
خار خارِ سینۂ افگار یادم می دهد

چون روم در گلستان کز خویش آسایم و می
بانگ بلبل نالهای زار یادم می دهد

رسته بودم از جفائیش وه که جور روزگار
باز خونریزی آن خونخوار یادم می دهد

جان شیرین سوزدم چون شعر محیی بشنوم
زان که شیرینی آن گفتار یادم می دهد

نمی دانم کہ او تا کی پیَ آزار خواہد شد
نگوید این ولی آخر ازو بیزار خواہد شد
بدین خو چند روزی گر بماند از جفای او
تنم بیمار خواہد گشت و جان افگار خواہد شد
بخواب مرگ شد بخت من و گویند یارانم
کہ تو فریاد و افغان کن کہ او بیدار خواہد شد
مکن بہر خدا عزمِ گلستان با چنین روئے
کہ دانم باغبان شرمندہ از گلزار خواہد شد
میفشان دست چندی در سماع ای سرو نازِ من
کہ ہوش از جان من از دست دست افکار خواہد شد
چگویم شرح جورِ یار و دردِ خویش با مردم
کہ بی تسکین مرا گویند با تو یار خواہد شد
زاند دہ دل و چاک جگر تا کی برد مجنے
کہ این عشق ست و این ہا ہر زمان بسیار خواہد شد

مرا کشتی و گوئی خاک این بر باد باید کرد
چرا بر دردمندی این همه بیداد باید کرد

همه کس از تو دل شاد ند غیر از من که غمگینم
نمی گوئی دل این هم زمانی شاد باید کرد

شدم پیر از غمِ تو گر جوانی بر دهم گر جان
نه آخر بندهٔ پیری پسر آزاد باید کرد

حکایت های حسنِ او بغیر از من نباید گفت
حدیثِ شیوهٔ شیرین بر فرهاد باید کرد

چه عمر است این که در شب ها بود هر کس بخوابِ خوش
مرا تا روز از دستِ غمت فریاد باید کرد

بنای زندگی حیف ست کاخرمی شود ویران
چنین کارِ نکو بهر چه بی بنیاد باید کرد

مزن محیی بسی لاف از سخن چندان که جای هست
تو شاگردی هنوزت خدمتِ استاد باید کرد

دلِ ناشادِ من شاید که روزی شادمان گردد
ولی مشکل که آن نامهرِ هرگز مهربان گردد

مرا گو شادی در دل رسد ناگه بدان ماند
که در شهری غریبی آمده و بی خانمان گردد

چنین کامروز زان بدخو بلا انگیز می بینم
عجب نبود که روزی فتنهٔ آخر زمان گردد

گر این بارِ دلِ من آسمان خواهد که بردارد
نجنبد هیچ گه از جای چون من ناتوان گردد

بر آن بودم که دل را مرهمی بهبود خواهد شد
چه دانستم که جانم را بلای ناگهان گردد

اگر جامی جدا از لعلِ میگونِ تو می نوشم
همانجا خون شود در چشم خونریزم روان گردد

غمِ محیی بخود زان بیش کز سودای زلفِ تو
برآرد سر بشیدائی و رسوای جهان گردد

نویدم میرسد هردم که اینک یار می آید
روم از جا اگر دانم که او دشوار می آید

خدایا یک نفس بلبل رها کن ماجرا بامن
که سرو گلعذار من سوی گلزار می آید

سرم کردی جدا از تن ولیکن هم چنان باشد
فغان از سینه اشک از دیدهٔ خونبار می آید

بروز غربت از خواری بده آن آرزو بامن
که چون آن یاد می آید ازینهم عار می آید

شوم بی طاقت ار گاهی نهم سر بر سر زانو
بگوشم بس که فریاد دل افگار می آید

هنوز اندک بود گر چاک سازم سینهٔ خود را
چنین کز عشق آن بدخواه غم بسیار می آید

مسلمانان دل و دین را نگهدارید چون کهیے
که می گویند باز آن دلبر عیار مے آید

وقت مستی بلبلان آمد
گوئیا گل به بوستان آمد
بلبل آنجا خموش و حاضر باش
بشنو این سر که درمیان آمد
مجلسِ عاشقانِ مست خدا
سرخوش این جا نمی توان آمد
عاشقِ و رنگ و بوئی ای بلبل
پائی گل جای نوازان آمد
ماکه سرمست صبغة الله ایم
جائے ما باغِ لامکان آمد
چشمِ تو برگلِ جهان و مرا
دیده برخالقِ جهان آمد
روکه بازارے و بہ آزاری
جائی بازاریان دکان آمد

باش تا من بنالم ای بلبل
کاین همه خلق در فغان آمد
دم مزن پیش ما که نالهٔ تست
ناله گر زسر زبان آمد
نالهٔ ما شنو که پر درد ست
گو بسوز از میان بمان آمد
عاشقان در جهان نمی گنجند
این قفس چون نزا مکان آمد
عشق تو با گل ست روزی چند
عشق ما عشق جاودان آمد
خانمان آب و گل بجو د زاری
این روش راه نازکان آمد
محیی آثارِ قدرتِ حق دید
چون بهار آمد و خزان آمد

اے قصر رسالت از تو معمورؔ
منشور لطافت از تو مشہور

خدام ترا غلام گشتہ
کیخسرو و کیقباد و فغفور

در جملہ کائنات گویند
صلوات تو تا دمیدنِ صور

معراجِ تو تا بقاب قوسین
جبرئیل برہ بماند از دور

ہم حلقہ بگوش تست غلمان
ہم بندۂ کمترین تو حور

بنوشتہ خدای پیش از آدم
از بہرِ رسالتِ تو منشور

از ہیبتِ غیرتِ تو موسیٰ
دیدار خدا ندید بر طور

روشن ز وجود تست کونین
اے ظاہر و باطنت ہمہ نور
اے سید انبیائی مرسل
وے سرورِ اولیائی مستور
گل از عرقِ تو یافتہ بوئی
شد شہد در اندرون زنبور
ہر کس بجہاں گناہگار ست
گشتہ بشفاعتِ تو مغفور
محیی ز غلامیٔ تو زد لاف
از راہ کرم بدار معذور

گر نخواهد بود اندر صد جنت وصل یار
قعر دوزخ عاشقان خواهند کردن اختیار

حور عین هر چند می دارد جمالِ باکمال
نو برابر با تجلّیٔ جمالِ حق مدار

عابدان نظاره نتوان کرد یک حورِ بهشت
گر بدارد عاشقانِ مست را در انتظار

جام مالامال در ده انجد اخمر طهور
اندرو نی لغو باشد نی صداع و نی خمار

گر بیفتد در جہنم یک تجلّیٔ جمال
بشگفد گلهای رنگارنگ در وی صد ہزار

روی زردِ عاشقان رنگین کند در روز حشر
تخت زرین بہشت و خانہاے زرنگار

سایۂ طوبیٰ و جنت حوض کوثر را کجاست
از حلاوتها که باشد در وصال کردگار

اندران خلوت کہ آنجا رہ نیابد جبرئیل
می رود از فارس سلمان و بلال از زنگبار

تن بنعمت ہائے جنت می شود پرورده لیک
جان بیابد پرورش از دیدن پروردگار

گر بر انگیزی ز خاک گور و بنمائی جمال
خلق مسکین را ز گریہ دیدہا گردد غبار

وعدۂ دیدار گر در قعر دوزخ می کنی
می کشد در چشم آتش را خلایق سرمہ وار

مجبی گر دیدار رحمت بایدت از عز و جل
دامن مردان بگیر و صبر کن تار و زبار

دوست می گوید که ای عاشق اگر داری صبور
از فراقِ ما منال و صبر کن تا نفخ صور

اندران مجلس که بیند خلق دیدارِ خدا
از جگرهای کبابِ عاشقان باشد بخور

آن که از خوابِ خوشت بیدار می سازد منم
چون بگوئی تو گناهانم بیامرز ای غفور

گور گهواراست و تو طفلی و دایه لطف دوست
خوش بخوابانید و خوابت داد تا یوم النشور

نور ایمان در دل و دل بارگاهِ نورِ حق
خوش چراغی گر دهد در پیش نورالنور نور

ای گنه گاران شما را بیشک آمرز خدا
به بود از پوستین کیش سنجاب و سمور

دارد از نورِ الهی چهرهٔ تو آگهی
زردی روی تو باشد سرخی رخسار حور

حورِ عینِ خال سیه زد بر رخ از رنگِ بلال
از حبش بنگر چه خوش مشاطهٔ کرده ظهور

در تجلّی این ندا آمد که خواهد دیدنم
هر که بر من خاطر خود کرد شب روزی حضور

چون برون آیٔ ز دنیا پیشوا آیم ترا
گویم ای محییؔ خوش چون کوفتی این راه دور

عشق و بدنامی و درد و غم بمانند یار غار
تا مُحمّد وار باشد عاشقان را چاره یار
آرزوی یار داری یار می گوید بیا
تا کنم دلداریٔ تو در دل شب های تار
نرم تر یک نیم شب گوای خدا در من نگر
پس شبا روزے نظر را شصت و سی صد می شمار
یار گفت هر جا که باشی با توام یادت کنم
از چنین یاری فرامش کردهٔ تو یاد دار
روح تو مر غیبت کز نزدِ خدا آمد بتن
بے خدا مُرغی خدائی را کجا باشد قرار
ساقیا زان می که لُطفی می دهم در آخرت
کم نخواهد شد که در دنیا کنی جاے نثار
کار ما آنها در بیابانها هلاک انداز عطش
ابر رحمت را بیارد قطرهٔ چندین ببار

بازدارد شیشهای می صراحی های شاه
اشتری مستی که نی افسار دارد نی مهار
شاه می گوی تو ما را حاضر قندیل باش
عاشق و مجنون و مستم آه دست از من مدار
خاک آدم را غذا تخمیر می کرده هنوز
کو فتاده بر سر مستان حضرت این خمار
بر سر هر موئے مشتاقان زبان دیگر است
کز خدا دیدار می جویند هر لیل و نهار
گر تماشائے جمالِ حق تعالیٰ بایدت
در میانِ عاشقان انداز خود را روز بار
در دلِ شبها بگریم گویم آن دلدار را
یا دلی ده یا دلی کز بیدلان بروے بیار
گر رسم روزے بدو نرخ قصهٔ خود گویمش
تا بگرید بر من بیچاره آتش زار زار

تا قیامت محیی خواهد خواند این ابیات را
خلق و عالم ہم بپائی می روند ہم پایدار

طبل قیامت بکوفت آن ملک نفخ صور
کاتبِ منشور ماست مالکِ یوم النشور

سر ز لحد بر زدیم خیمه به محشر زدیم
بے خدا اندر لحد چند بباشم صبور

از سر شوق و نشاط پای نهم بر صراط
تا زدمِ گرمِ ما گرم شود آن نشور

ای که ندا دی تو مال در طلب آن جمال
ما بتو بگذاشتیم دیدنِ دیدار حور

مست خدائیم ما کے بخود آئیم ما
ساقی ما چون خداست بادہ شرابِ طہور

نور مبا در نظر زان که تجلّیٔ حق
با تو کند انچه کرد با حجر کوہ طور

وقت تجلے ازو دیدۂ بینا مجوی
او چه نماید جمال چشم تر اوست نور

ہر کہ بنزدیکِ اوست دولتِ جاوید یافت
روئ سعادت ندید آن کہ ازو ماند دور

مژدۂ وصل خدا اگر بہ لحد بشنویم
زندہ شود جان و تن بیشتر از نفخ صور

حور چو آرا کنند رو بسوِ ما کنند
چشم نگہدار ازان دوست بود بس غیور

مستِ تو قصر بہشت کردہ بزیر و زبر
ورنہ کند زان کہ نیست ہستیٔ او بیقصور

گرچہ تو قصر بہشت کردۂ عنبر سرشت
از جگرِ سوختہ مے برم آنجا بخور

می کندم بہر دوست ہر نفسی ماتمی
مجبی ماتم زدہ کی کند اے دوست شور

ای ذکر ترا در دل ہر دم اثری دیگر
وی از تو بہ ملک جان دارم خبری دیگر
از تیر ملامت ہا داریم دلِ مجروح
جز لطف تو ما را نیست واللہ سری دیگر
سلطان جمالِ تو تا جلوہ دہد خود را
بر ساختہ از بر دل آئینہ گری دیگر
در معرکۂ محشر آہے نزند عاشق
ہر دم اگرش سوئی تو یابد مقری دیگر
زان می کہ بما دادی در روز الست اے دوست
لطفے کن و بار دہ جام و قدمے دیگر
در خدمتِ حق گر تو مردانہ کمر بندے
بخشند بتو ہر لحظہ تاج و کمری دیگر
در خانۂ بی روزن یعنی لحدِ تاریک
بر جان تو خواہد تافت شمس و قمری دیگر

یارب تو بہ مشتی خاک ازبس کہ نظرداری
پیدا شدہ ہر لحظہ صاحب نظری دیگر

عیش، تن وجان و دل ازرہ گذری عشق ست
عشرت نتوان کردن ازرہ گذری دیگر

بر دوخت دل ودیدہ ازدیدنِ غیرِ حق
نبود دل مجنون را چہ این ہنری دیگر

ہرکس کہ درِ حق زد ورو ازہمہ در ہاتافت
زان در نتوان رفتن ہرگز بدری دیگر

در آئینۂ دل دید مجیبی رخ یار وگفت
ای ذکر ترا در دل ہردم اثری دیگر

ای کہ می نالی ز دوران جور یارِ من نگر
اضطراب از من نگو صبر و قرارِ من نگر
جانبِ گلشن مردکان یکدو روزی بیش نیست
پر ز اشکِ لالہ گون دایم کنارِ من نگر
ای کہ می گوئی ندادم دل بخوبان ہیچ گہ
سوے میدان آئے و ترکِ شہسوارِ من نگر
سینہ ام پُر داغ و چہرہ گل گل از خوبان اشک
یکزمان سوئے من آ باغ و بہارِ من نگر
باشدت رحمی فتد ور دل بیائے سوئ من
حال زارِ من ببین شخص نزارِ من نگر
گر تو دارے میل خوبان دیدۂ عبرت کشائی
سینہ پر سوز و چشم اشکبارِ من نگر
شکر کن مجبی کہ در راہِ تو خاری بیش نیست
ہر طرف صد کوہ غم در رہگذارِ من نگر

هرکه در پیش تو بر خاک بمالد رخسار
ملک کونین مسخر بودش لیل و نهار

دگران گر بقدم بر سر کوئے تو روند
من بسر بر سر کوئ تو روم مجنون وار

سلطنت غیر تو کس را نسزد زانکه بلطف
هیچ دیّار ننالد ز تو در هیچ دیار

هرکه شد عاشق دیدار تو او نشناسد
دوزخ از جنت و شادی ز غم و می ز خمار

هرکه در کوئ خرابات رود می نوشد
بایدش گفت مثل دردسر و رنج خمار

دیده بگشائ که محبوب کریم افتادست
مے نماید بتو هر دم ز کمین او دیدار

عاشق آن ست که سوزند دهندش بر باد
بس که خاکستر او جوش کند دریا بار

شمۂ کوی تو از لطف خدا بردر دیر
تا کہ کافر بہ کشاید ز میانش زنار

گوش نو کر شدای خواجہ وگرنہ بخدائے
می کند بُت بخدائی خداوند قرار

جوش مے می زد و می گفت کہ چون مست شوم
ہیچ ہم صحبتِ خود را نگذارم ہشیار

عِشق حق می رود اندر دلِ ہر عاشق زار
بادہ اندر رگ وپی بیش ندارد رفتار

در ہمہ مذہب ملت می عشق ست حلال
زان کہ بے او نتوان دید خدارا دیدار

ہمدم ما مشو ای محیے کہ در آخر کار
بی گنہ کشتن و آویختن است بر سر دار

شب ہمہ شب باتو می گوئیم راز
تو بغفلت پای ہا کردہ دراز
اے زما کردہ فرامش گوئیا
سوئ ما ہرگز نخواہی گشت باز
خیز و ترکِ خواب کن تا نیم شب
ما و تو با یک دگر گوئیم راز
بے نیازم از تو و زطاعات تو
با نماز و روزہ تو چندین مناز
تو نیاز آور برائے من کہ نیست
طاعتِ شایستۂ تو جز نیاز
محیی گر کاری نکرد دم غم مخور
من ترا ہم کارم و ہم کارساز

نومید مشو بنده از رحمتِ ما هرگز
زیرا که بغیر از ما کس نیست ترا هرگز

خواهم که ازین عالم تو پاک شوی از جرم
ورنه بتو نفرستم ای بنده بلا هرگز

چون سوختهٔ امروز از درد فراقِ ما
در سوختنت فردا ندهیم رضا هرگز

من با توام ای عاشق تو نیز تمامی باش
هرگز چو نشاید دوست از دوست جدا هرگز

هرچند که رو از ما برتافتی و رفتی
رو از تو نمی تابد خود رحمتِ ما هرگز

اندر دِ فراقِ ما یک شب چو بروز آرے
دیدار نپوشانم در روز لقا هرگز

گر بر دل خود ما را روزی گذرانی تو
در دوزخ پر آتش ناریم ترا هرگز

اے بندہ گناہی تو خود دیدی تو دانی
بر روت نیارم ہم در روز جزا ہرگز
اے جمع تہی دستان حقا کہ نخواہم بست
من این در رحمت را بر روی شما ہرگز
از بیم جدا بودن از دولت جاویدان
مجیبےؔ نبود یکدم بے یادِ خدا ہرگز

تو لذتِ عمل را از کارزار ما پُرس
آئین سلطنت را انحال زار ما پُرس
آن لذتے کہ باشد از اشتہار صادق
شامِ بشارتِ وصل از روزگار ما پُرس
مجنونِ عشق ما را از باغ وراغ کم گوی
از وی تو سوز بوی بوی بہار ما پُرس
من خانمان ہر کس کردم خراب او را
من بعد اگر بخواہی اندر دیار ما پُرس
ہر شب ز لطف پرسم کا حوال تو چگونہ است
ذوقِ خطاب ما را از دل فگارِ ما پُرس
بر تربتِ خرابِ عشاق ما گذر کن
وز ذرہ ذرہ خاکش تو اِنتظار ما پُرس
عاشق نہ چہ دانی دردِ فراق ما را
رو و تو این مصیبت از سوگوار ما پُرس

عشقیم تو تو ی حسن جنباند مرغ جان برد
تو توی سیّر او را از ہر شکار ِ ما پرس

عاشق کہ از غمِ من کاہیدہ گشت جان داد
این مرغزار او را از مرغزار ِ ما پرس

تو صاف دل چہ دانی نالیدن سحر گہ
آئین درد مندی از درد خار ما پرس

دل از غمِ دو عالم فارغ کن وبس آن گہ
آئی بہ پیش محبے از لطف یار ما پرس

در جهان امروز بے پروا مباش
فارغ از اندیشۂ فردا مباش
کشتی پیدا کن و بنشین درو
ایمن از غرقاب این دریا مباش
بے خبر از نالۂ شب ها مشو
غافل از احوالِ مظلومان مباش
در پئے خود کن دعا گویان نیک
بد مکن با مردمان تنہا مباش
دل بسے در جنت واخری ببند
بے ہوائے جنت الماویٰ مباش
کار درویشان و مسکینان برآر
یاد کن از مرگ درد افزا مباش
نیکوئی کن تو و نیکو نام شو
بد مکن مشہور در ایذا مباش

دادخواہے راچو بینی داد دہ
دردکانِ جاہ بی سودا مباش
زیر دستان را تو از پا درمیار
غرۂ این فرقِ فرقدسا مباش
خلق را محیی تو ناصح گشتہ
پیرو این نفس ناپروا مباش

داد مرا جانِ تو بادهٔ از جان خویش

کفر مرا کرد نام گوہر ایمان خویش

حضرتِ او نیم شب گوید کای بو العجب

ہیچ مکن آشکار کردهٔ پنہان خویش

گرچہ تو آلودهٔ بندهٔ ما بودهٔ

بنده ندارد پناه جز درِ سلطان خویش

گر تو گوید کسی کردهٔ عصیان بسے

رحمتِ بسیار من گوید برہان خویش

در بہ نہد دست رد بر رخِ تو نیک و بد

رد نہ کنم من ترا خوانمِ خاصان خویش

در لحد تنگ تو صلح کنم جنگ تو

پیش تو روشن کنم شعلۂ تابان خویش

خانۂ زندان گور پُر بود از مار و مور

من بنمایم در روضۂ رضوان خویش

دوزخِ زندان تن روی نهد سوی من
بر سرِ کیوان زنم خیمهٔ ایوانِ خویش
کردمت ای بوالفضول نام ظلوم وجهول
تا نفروشم بکس بندهٔ نادانِ خویش
بارِ امانت گران بنده توی ناتوان
بار ترا می کشم بہرِ گیلان خویش

گر مرا جان در بدن نبود بدن گو ہم مباش
چونکہ یوسف نیست با من پیرہن گو ہم مباش

گر بمیرم لاشۂ من ہم چنان دور افگنند
چاک شد چون جامۂ جانم کفن گو ہم مباش

در چمن گر خشک و تر سوزد بگو آنہم بسوز
چون نباشد یار من سرو وسمن گو ہم مباش

چون مرا رانی ز کوی خود مخوان بارے رقیب
از گلستان گر رود بلبل زغن گو ہم مباش

مرگ باللہ بہتر ست از زندگانی دور ازو
گر نہ بینیم یار خود این زیستن گو ہم مباش

یک سر موئیت مباد اکم شنیدم گفتۂ
گر نباشد محبیؔ افگار من گو ہم مباش

از خانمان آواره ام از دست عشق از دست عشق
سرگشته و بیچاره ام از دست عشق از دست عشق

ای کاشکی بودی عدم تا باز رستی از عدم
من سوزم از سر تا قدم از دست عشق از دست عشق

پروده کردم خانمان سرگشته ام گرد جهان
گشتم ضعیف و ناتوان از دست عشق از دست عشق

هم نیم شب از گلخنی تا روز سازم مسکنی
چون گلخنی شد این دلم از دست عشق از دست عشق

هر روز و شب دیوانهٔ در گوشهٔ ویرانهٔ
گویم بخود افسانهٔ از دست عشق از دست عشق

این سوی وآن سو می خرم سودای خامی می برم
انگشت بدندان می گزم از دست عشق از دست عشق

ای خواجه مارا چون شما صد فکر بد در کارها
شد راست کار و بار من از دست عشق از دست عشق

باکس نگیرم الفتی از خلق دارم وحشتی
جویم ز ہر کس تہمتی از دستِ عشق از دستِ عشق

مجبیؔ خدا را خوان و بس این غم مگو با ہیچ کس
نعرہ مزن تو زین سپس از دستِ عشق از دستِ عشق

ای غبارِ خاکِ کویت سرمۂ چشمِ فلک
ای بتو محتاج خلقِ هر دو عالم یک بیک
یا رسول اللہ توئی کانِ ملاحت پُر کمال
گر تو باید بردخوبانِ دو عالم را نمک
هر که او امروز مالد روی بر خاکِ درت
آن مبارک روئی فردا کی درآید در فلک
شام سبحان الذی اسریٰ بعبدہ شد سوار
بر بُراقِ راهواری برق هم چو تیز و تک
در مقامِ قاب قوسینت خدا کردہ سلام
تو رسانیدے سلامِ حق به امت یک بیک
از خدایت رحمت باد از شفاعت روز حشر
در نجاتِ عاصیانِ امتِ تو نیست شک
تا ملک بشنودہ است صلوٰۃ تو از امتت
عذر خواهی از گناہ امتِ تو شد ملک

گر نبودی روئے تو می بود در کنجِ عدم
ہم ولی وہم نبی وہم سمٰوات و سمک
مُرغ جانہا را بود پُر از صلوٰۃِ لطفِ تو
این چنین بی شبہ پری نتوان پریدن بر فلک
نامہائے عاصیان امتِ خود را بہ بین
پس بفرما تا گناہان را کنند از نامہ حک
مجتبیٰ صلوات آن شفیع آن نبیؐ بسیار گو
زان کہ داری تو بدی بسیار و نیکو نیک

مونسم یار ست اندر تنگنائی گورِ تنگ
عاشقان در دو جہان ما را بس است این نام و ننگ
آتش دوزخ بسوزد از حرار تہائی عشق
عاشق سوزان کند در دوزخ از یک دم درنگ
آن چہ نورش بود آیا کو بکوہِ طور تافت
رفت از موسے ز ہوش و پارہ پارہ گشت سنگ
ہیچ دانستی کہ با یونس درین دریا چہ کرد
کو رفیق و مونس او بود در بطن نہنگ
حسن یوسف از کجا بود است کو دل می برد
از مسلمانانِ شہر مصر و کفار فرنگ
ہست باغ او درخت میوہ در وے صد ہزار
یکطرف آن میوہ ہا راچیدہ اندر تنگ تنگ
گر جمالِ حق تعالیٰ آرزو دارد کسی
گو برو آئینۂ دل را بزن صیقل ز زنگ

مشتری از لطف تو بسیار و از قہر تو کم
زان کہ ہر مردی نیابد پیش صف در روز جنگ
چیز دیگر ہست با ہر ذرۂ در کائنات
آن مبصر کیست بنگر اندر آن کس زن تو چنگ
من زبانِ حال دارم او زبان قال را
از دل مجروح می بشنو تو نی از نای و چنگ
خوردہ ام می چشم مخمورم بہ بین و سر برآر
گو خمار بادہ دار و باشد او مخمور تنگ
ریخت ساقی بادہ در جام دہان جان مجیبؔ
کم نشد ہستے آن می از دل او ہیچ رنگ

نامهٔ دارم سیه تر از شبِ تاریک رنگ
با وجود از تو نیم نومید یارب هیچ رنگ
از سیه روئی محشر با دم آمد نیم شب
روی زردِ خویش را گردم با شکِ سرخ رنگ
یک نظر سوی من قلبی پدید کار من
تا نماند در دل زنگار خورده هیچ رنگ
یارب این بارِ امانت بس گرانست چون کنم
مرکبم از حد برون بی طاقت و زار سنت و لنگ
ای مسلمانان بدین کردار گر آید پدید
بت پرستان از مسلمانان همی دارند ننگ
چون نه بینیم هیچ گه تدبیر خود در کائنات
روی خود می مالم اندر پای ترسا و فرنگ
گر خدا گوید چه آوردی برای ما ز خاک
روی گرد آلود خود بنمایم اندر گونه رنگ

صلح کن یارب بمن آن دم که در خاکم نهند
با گدای عاجزی سلطان کجا کرد است جنگ

رحمتت باغے ست پر نعمت منم طواف او
از چنان باغے تهی بیرون نخواهم برد چنگ

کوری آنها که نومیدم کنند از رحمتت
بر من بیچاره رحمت کن خدایا بیدرنگ

ای خدا از لطف خود کن تو سپرداری مرا
زان که نیکان مریدان را می زنند تیرِ خدنگ

محیی چون در مو سفیدی دید گفت آه و دریغ
نامهٔ دارم سیه تر از شبِ تاریک رنگ

تیر او پیوسته می خواهم که آید سوی دل
لیک می ترسم شود پیوسته در پهلوی دل
دل ز من گم گشت اکنون روزگاری شد که غم
گرد کویش در بدر گردد بجست وجوی دل
گل رخان را باید از غنچه وفا آموختن
گو به بلبل تا دم آخر نماید روی دل
گر سگِ کویش کند دیوانگی نبود عجب
چون دلِ من هم دمش بود و گرفته خوی دل
آتشش از غیرت زنم خلوت سرای سینه را
گر بود آن جا بجز دردِ تو هم زانوی دل
ای پری رویان دل محیی بدست آرید باز
ورنه تا محشر نخواهد کرد گفت وگوی دل

کی بود آیا کہ بنمائی جمال باکمال
زندہ گردند ماہیان مردہ از آبِ زلال
در قیامت حشر را حاجت بہ نفخ صور نیست
بگذرد بر گور خلقی مژدۂ بودی وصال
در جہنم خوش توان بودن اگر یک بار تو
در ہمہ عمر آئے پُرسی و گوئی چیست حال
اندرین زندان تو با ما ئی نگشتم من ملول
گر دران زندان ہما باشی کجا باشد ملال
خانۂ عاشق دل ست و آن چنان پُر شد ز دوست
کان چہ غیر دوست ست دروی نمی یابد مجال
گر سر موئے شود فردوس اعلیٰ رشک او
گنجد اندر خانۂ عاشق بود امری محال
خون خلقے ریخت بی کین ہیچ دانی کیست آن
در تو نامِ او نگوئی بگذارنش در خیال

کشتگان نعره زنانند هیچ دانی کیست آن
برکشنده هیچ نه و کشته را باشد وبال
از سرِ دنیا برای دوست بگذشتی چه سود
سهل باشد درگذشتن از شریک پیرزال
سایهٔ طوبیٰ و حوض کوثر و باغ بهشت
خوش مقامے باشد اما با جمال ذوالجلال
کی شود بی جذب مقناطیس وصلش متصل
ذره ذره خاکِ آدم بعد چندین ماه و سال
عشق و مستی و جنون در طالع ما دیده اند
چون ز مادر زاده گشتیم و پدر بکشاد فال
اول و آخر توئی و ظاهر و باطن توئی
کیست دیگر غیر تو و چیست چندین قیل وقال
تو ز ما و ما ز بوی تو چنین گشتیم مست
ورنه مستی چنین بے می ندارد احتمال

بوی یار آمد بما آرے بیاید بوی دوست
در مشامِ آن کہ دارد او باآن یار اتصال
بعد چندین قرن گویند رحمت اللہ علیہ
چون بخوانند خلق شعر محبیؔ صاحب کمال

غلامِ حلقہ بگوش رسولؐ سادانم
زہے نجات نمودن حبیب و آبا تم
کفایت ست ز روحِ رسولؐ و اولادش
ہمیشہ در دو جہان جملۂ مُہمّاتم
زِ غیرِ آلِ عبا حاجتے اگر طلبم
روا مدار یکے از ہزار حاجاتم
دلم ز حبِ محمدؐ پُرست و آلِ مجید
گواہِ حالِ من ست این ہمہ حکایاتم
چو ذرہ ذرہ شود این تنم بخاکِ لحدِ
تو بشنوی صلوات از جمیع ذراتم
کمینہ خادمِ خدامِ خاندانِ تو ام
ز خادمیٔ تو دایم بود مُباہاتم
سلام گویم و صلواۃ با تو ہر نفسے
قبول کُن بکرم این سلام و صلواتم

گناہ بے حد من ہین تو یا رسول اللہ
شفاعتے بکن و محو کن خیالاتم

نہ ہر کہ بدتر از و نیست من از و بترم
ندانم این کہ بتو چون شود ملاقاتم

ز نیک و بد ہمہ داند کہ من محمدؐ یم
خلائقے کہ کنند گوش بر مقالاتم

بگوئی محیی کہ بہرِ نجات می گویند
درود سرورِ کونین در مناجاتم

اشکِ سرخ و روئے زردِ من گواہ است ای کریم
بر کمالِ عشقِ دیدارِ تو باللّٰہ العظیم

بی لقای تو ہوادار تو کی خرم شود
در ہوائی غرفہای قصرِ جنات النعیم

آتشِ عشقِ ترا ای دوست نتواند نشاند
تا ابد در دل اگر شعلہ زند نارِ جحیم

گر ببیند از ی تو بر دو رخ تجلیِ جمال
نیک و بد دارند منت تا ابد باشد مقیم

گر بود وصل تو باشد قرینِ وصلِ تو
بعد چندین قرن چون زندہ شود عظمِ رمیم

با تو عہدے بستہ ام ای دوست در روزِ ازل
تا ابد خواہیم بودن بر ہمان عہدِ قدیم

چار جوی آب و شہد و شیر می شد در بہشت
شربتِ بیمار دیدار تو نبود ای حکیم

آب حوضِ کوثر اندر سایۀ طوبیٰ عطش
کی نشاندی گر نبودی از سر کویت نسیم
بر صراطی گر پلِ دوزخ بود چون نگذرد
بی سر و پای که رفته بر صراط مستقیم
دوست اندر گوشِ عاشق راز گوید روز وصل
نیست اندر خوردِ گوش هر کس این درِّ یتیم
در برون پرده باشد این همه خوف و رجا
در درونِ پرده رو کانجا امید است و نه بیم
این گدایان بر درِ او شیئاً لِلّٰه می زنند
تا شمارا بخشد انچه دارد آن شاه کریم
دولتِ دیدار حق مجبی چو یابی در بهشت
نبود آن در طالع تو باشد از لطف عمیم

چون تمامی عمر نیکی کرد با تو آن کریم
از بدی خود چرا ترسی تو آخر ای لئیم
تو تنیبے با تو ہر گز کس نخواہد کرد قہر
زان کہ او خود کرد نہی قہر کردن بر یتیم
ہر چہ می خواہی نوازد وی می دہد بیشک ترا
دست خالی کی رود سائل ز درگاہِ کریم
حق تعالیٰ قادر است کو ہمچو موئی از خمیر
خلق عاصی را بر آرد سالم از نارِ جحیم
لطفِ او بے شک برابر می بود با نیک و بد
راست می ماند بدان سبی کہ سازندش دو نیم
آن کہ رحمان و رحیم ست دوست می دارد ترا
پس چہ باک از دشمن دیگر ز شیطان الرجیم
او بسوے تخت می خواباندت در گور تنگ
می وزاند مر ترا از روضۂ رضوان نسیم

در بهشتِ خلد زرین خشت دادت درجها
پس خریدارِ تو چیزی قلب ماہم نفس و بیم

چون زبانِ قال گردد در سوالِ گور لال
واردت ثابت قدم فی الحال بر عهد قدیم

دوستیها کرد با نو از ازل تا این زمان
در مقامِ دوستیٔ او نمی باشی مقیم

نعمتِ بسیار خواهد داد در عمرِ ابد
تا به نعمتها کند مہمان به جنات النعیم

بے تماشای جمالت روضہ را ہامون کنم
حور عین را از درون قصرہا بیرون کنم
حور زیبا روی را خواہیم دادن سہ طلاق
گر نہ رو در نور روی حضرتِ بیچون کنم
روضہ را جلوہ مدہ رضوان کہ باللہ العظیم
ما بیک آہش بسوزیم و ترا مجنون کنم
آب و دار و ئے بہشتی کوثر و طوبیٰ بود
ما بیک دم کار و بارِ ہر دو را یکسو کنم
گر نہ در فردوس باشد دیدنِ دیدارِ دوست
زاویہ در ہاویہ گیریم و دیدہ خون کنم
ایہا العاشق اگر معشوق بردارد نقاب
دیدۂ ما در خورِ او نیست آیا چون کنم
محیی با ما دار خود رانی ریاضت تا ترا
چون جنید و بایزید و شبلی و ذوالنون کنم

گر دلبری بباده عاشق که ما اینیم
با آن که دل بما داد ما روز و شب قرینیم

گر ما دل تو یابیم تسلیم تو بسازیم
تا وان یکدل تو صد دل بیافرینیم

نفرین خویش می گو تا کم شود وجودت
چون با تو بعد ازان ما گویا که آفرینیم

شیطان هزار فرسنگ از گرد تو گریزد
سی صد نظر چو هر روز اندر دل تو بینیم

گر صد هزار شیطان اندر کمین نشینند
بر تو ظفر بیابد ما هم چو در کمینیم

ای بنده توبه آن گه بر تو کنیم رحمت
سوگند خور تو هم چون ما نیز بر همینیم

محیی ببر بکلی زین دوستان فانی
پیوند خود بما کن ما یار راستینیم

مابه جنت از برائے کار دیگر می رویم
نے تفرجِ کردن طوبی و کوثر می رویم
مقصدِ ما حسن یوسف باشد اندر شهر مصر
ما نه در مصر از برائے قند و شکر می رویم
اندران خلوت که در وے ره نیابد جبرئیل
بے سر و پا ما به پیش دوست اکثر می رویم
می گریزند زاهدانِ خشک از تر دامنی
ما برِ خورشیدِ خود با دامنِ تر می رویم
پارسا گوید بکوی ما بیا شو نام نیک
ما دران کوچه خدا داناست کمتر می رویم
باز دنیا گو قلندر خانهٔ عشقِ خداست
سوے عقبےٰ عاشق و مست و قلندر می رویم
شیخ ما عشق ست و ما بی در پی او تا ابد
بی عصا و خرقه و کچکول و لنگر می رویم

زہرۂ ما را مبر از قہر ما با نیکوئی
ما اگر نیکیم وگر بد ہم بدان در می رویم
بر کفن ما را نوای عشاق بوی خوش مسا
ما بگور از بہر آن دلبر معطر می رویم
دولتِ دیدار می خواہیم در جناتِ عدن
تا نہ آن جا از برائے زیور و زر می رویم
محیی ما را ہم چو کوہ افسردہ می بینی ولی
ما بسر چون ابر خوش بی پا و بے سر می رویم

بازکشم لشکرِ وتا بہ فلک بر درم
قلعۂ روحانیان گیرم و بر ترّہ پرم

من ملک مقبلم لیک دریں منزلم
صفدرِ نفس پُر دلم جانبِ لشکرِ روم

کشورِ دنیا و دین دارم و زیرِ نگین
چند نشینیم چنین جانبِ لشکرِ روم

ہر نفسے از علا میرسدم این صلا
وارہم و زین بلا بر درِ دلبر روم

پیر خرابات جان گر کشدم مو کشان
بندہ کجائے بیا پیش شہ از سر روم

قبلۂ حاجات دل کوئی خرابات ما
وقتِ مناجاتِ دل محیی در اندر روم

زان بیوفائی سنگدل جور و جفا می بایدم
از کس نمی خواهم وفا زان بیوفا می بایدم

من مرغ آتش خواره ام با دانه و دام چه کار
آخر بجائی دانه در گور جا می بایدم

دلهای مردم باد خوش از شادی عیش و طرب
من خو به محنت کردهٔ درد بلا می بایدم

پیراهن یوسف اگر بوئی بخشند فارغم
مژده ببوی دل از آن بند قبا می بایدم

سینه بسی تنگ ست دل از غیر می سازم تهی
مهمان غم آمد مرا در جان سرا می بایدم

بیگانه ام با مردمان و ز خویشتن بیگانه تر
تا چند این بیگانگی دل آشنا می بایدم

مخفی بسی لذت بود در عشق ورنه بدن ولے
هجران مرا مشکل بود صبر و رضا می بایدم

خوش آن غوغا که من خود را به پهلوی تو می دیدم
تو سوئے خلق می دیدے و من سوئے تو می دیدم

نمی دانم مرا می آزمائی باشد از بدخو
که آن حالت نمی بینم که از خوے تو می دیدم

اگر در باغ رضوان خویش را بینم چنان نبود
که شب در باغ خود را بر سر کوئ تو می دیدم

خدا بیت این زمان جانم بیادت هست پیش از آن
که صد دشنام می دادی چو به روی تو می دیدم

عجب نبود اگر با عاشق خود سر گران بودے
که صید بسته با هر موئے گیسوئ تو می دیدم

بیادم آمد ای محیی که چون بر خاک افتادی
بهر جا سایهٔ افتاده از بوی تو می دیدم

هرگز مباد آن که بهشت آرزو کنم
خود را به هیچ بهر چه بی آبرو کنم
چندین هزار جان گرامی شود بباد
گر من حدیث طرهٔ او مو بمو کنم
چون دست من بجام مرصع نمی رسد
قلاش دار در می از و آرزو کنم
آن سال و مه مباد که با ماه رو بتو
یک لحظه زندگانی خود آرزو کنم
خود را بدار برکشم از دستِ جورِ او
وز آه جان گداز رسن در گلو کنم
مجبیؔ اگر به کعبه کنم روی در نماز
شرمم شود که روی دگر سوی او کنم

بخود مشغول می گردم که از خود بار می جویم
گهی در دل گهی در سینهٔ افگار می جویم

دمی گو هست پنهم تا نگردد هیچ کس آگه
همی گویم نشانش از در و دیوار می جویم

به بین در سر چها دارم زهی فکر محالِ من
ره و رسم وفا زان کافر خونخوار می جویم

ترا از من همی جستند هر دم پیش زین اکنون
همی گردم بهر جانب ترا اغیار می جویم

ببوی تو دل صد پارهٔ من ماند در بستان
کنون هر پارهٔ آن از سر هر خار می جویم

چنان شد گشتی محبی که گر در دم شود غائب
همان ساعت نشان او نه پای دار می جویم

ای خوش آن روزے کہ در دل مہر یاری داشتم
سینۂ پُرسوز و چشمِ اشکباری داشتم
یاد باد آن گہ فارغ بودم از باغ و بہار
در کنار از اشک گلگون لالہ زاری داشتم
کور باد دیدہ بختم خوش آن روزے کہ من
دیدہ بر راہِ سمندِ شہسواری داشتم
باز روگردانی از من چونکہ آیم سوئے تو
آخر ای پیمان شکن با تو قراری داشتم
شکر گر نالہ برون شد از دلم یکبارگی
گر ہم از خوف و خطر خاطر غباری داشتم
نا اُمیدم کردی از خود اے خوش آن روزے کہ من
آرزوئے بوس و امیدِ کناری داشتم
گر کسی پرسد چہ می کردی توضیحی در جواب
گویم آنجا با کسی یک لحظہ کارے داشتم

دو چشم از بهر آن خواهم که در رخسار او بینم
وگر آن دولتم نبود در و دیوار او بینم
کند جان در تنم آمد شد صیّاد در چشم
چو بالائ بلند و شیوۂ رفتار او بینم
نخواہم دیدۂ روشن که بر غیری فتد ناگه
ہمان بہتر که از نورِ رخش دیدار او بینم
چو مجنون آہوِ صحرا ازان رو دوست میدارم
که با وے حالتی از نرگس بیمار او بینم
ز رشکِ آن که خواندی از سگان کویٔ خود محیی
ہمه کس سنگ کین بر کفِ پیٔ آزار او بینم

بخواب مرگ خواهم شد مکن ای بخت بیدارم
که من دور از درش امشب زعمر خویش بیزارم
خلاف ست این که می گویند نباشد آرزو در دل
مرا دل برد بدخوی و چندین آرزو دارم
نه آخر عاشقان باری ز خوبان رحمتی بینند
تو هم رحمی بکن با من که در عشقت گرفتارم
بروز وعده از هر جا که آوازی نه در آید
ز شادی بر جهم از جا که باز آمد ز در یارم
بیاد مجلس عیش تو برگ عشرتم این بس
که افتد لخت لختی خون دل از چشم خونبارم
چه حالت این که هر گه وعده وصلش رسد محیی
همان دم مانعی پیش آید از بخت نگون سارم

بغیر از سایه در کویت کسی محرم نمی یابم
کنون روزم سیه شد آن چنان کان هم نمی یابم

چو مجنون آهوِ صحرا از آن رو دوست میدارم
که بوی مردمی از مردمِ عالم نمی یابم

بروای ماتمی شیون برای ارباب عشرت کن
که غیر از لذت شادی من از ماتم نمی یابم

مگر آن مایۂ شادی بود غمگین که بے موجب
دلِ شوریدۂ خود را دگر خرم نمی یابم

مرا حد شکایت نیست لیکن این قدر گویم
که از تو حالتی می دیدہ‌ام این دم نمی یابم

ندانم عشق من کم گشته باشد بیخودی افزون
که آن خوش وقتیٔ اول ز درد و غم نمی یابم

منم عاشق مرا دل ریش باید بلکه نے مرہم
که ذوقے کز جراحت بینم از مرہم نمی یابم

مگر در عاشقی محیی کم از فرہاد و مجنون است
اگر زیشان نباشد بلکه بیش یارے کم نمی یابم

نه چندانی گنهگارم که شرح آن توان دادن
خداوندا بروی من نیارے وقت جان دادن

خداوندا مرا بستان ز شیطان و هوائی نفس
چه حاصل نامرادی را بدست دشمنان دادن

دم آخر من ایمان را بتو خواهم سپرد از دل
که کارِ نیست مرا ز غارتِ شیطان امان دادن

خدایا دوستان را چون بفضل خود کنی مهمان
به کلب کوی خود آندم توان یک استخوان دادن

بیامرز آخرِ عمرم که از لطف و کرم باشد
که در آخر دمِ آبی به لبست تشنگان دادن

سر خاکم گواهی ده به نیکی گر نکوئی هاست
پس از مردن به نیکوئی گواهی بر بدان دادن

ببخشا بر من ای جان بے شفاعت کردنِ نیکان
که بے منت تر اشاید مرادِ بندگان دادن

نمی بینم ترا از تو ہمے بینم من عاصے
خلاصی از عذاب این جہان وآن جہان دادن

ازان برکندہ ام دل را ز ہر چہ غیر تست اے دوست
کہ جان را وقت جان دادن بآسانی توان دادن

منم مفلس ترین خلق و وعدہ کردۂ یا رب
کہ خواہم گنج رحمت را بدستِ مفلسان دادن

بہ قعر دوزخم جادہ بچندان کز گنہ با اللہ
ہمین بدرا دریغ ست جائے در صدر جنان دادن

غذای محبی در دنیا بجز خونِ جگر نبود
کہ دار ضعف دل او را کباب خون چکان دادن

کاسهٔ سر شد سفال و دیدهٔ گریان همان
تن بکوبت خاک گشته ناله و افغان همان
دل نماند ز آتشی در جان شیرینم هنوز
جامهٔ جان چاک گشته اشک در دامان همان
آب شد در چشمهٔ و هم سنگ شد در کوه آب
خوی عاشق هم چنان دل سختی خوبان همان
کافر از آتش پرستی رفت و آتش را نشاند
بت پرستی من و سوز دل بریان همان
گر ترا نسبت کنم با مهر و مه باشد خطا
چون تو افزونی ز مهر و از مه تابان همان
گل ز بستان رفت و بلبل از فغان خاموش شد
عاشق روییت همان و ناله و افغان همان
دل ز جور او خراب و او ز حالش بی خبر
مملکت ویران شد و بی غوری سلطان همان

به نخواهد گشت عالم زان که گر گریم بسے
بخت من باشد همان بدمهری دوران همان
هر زمانش شربتے دیگر مفرما ای طبیب
چون که باشد محیی افگار را درمان همان

مجالی کی بود با تو حدیثِ خویشتن گفتن
که پیش چون تو بدخوئی نمی آرم سخن گفتن

زمانی خلوتی خواهم که گویم حالِ خود با تو
که نتوان شرح حالِ خویشتن در انجمن گفتن

قد و روئے ترا چون هر کسی سرو و سمن گوید
توان خار و خس کویت به از سرو و سمن گفتن

بجان کندن نهادم یک سخن گویند از و با من
که از شیرین حکایت خوش بود با کوه کن گفتن

نباید گفت با بیدرد هرگز وصفِ حسن او
که بیحاصل بود بسیار از گل با زغن گفتن

غمِ تو از دل محبی نخواهد شد بآسانی
که نتوان با مقید بی جهت ترکِ وطن گفتن

من کہ ہستم زندہ دور از دلربائی خویشتن
گر بر فتم می کشد باشد بجائی خویشتن
نے مرادر خانۂ کس راہ و نی در مسکنے
می توانم بود یک دم در سرائے خویشتن
ای کہ می نالی زعشقِ بار جورِ روزگار
سوئے من می بین و کن شکرِ خدائے خویشتن
گر ز عشق افزون نبودی در دبی پایان من
فکر می کردم بجان کندن دوائے خویشتن
تا نہادم بر سرِ کوئیت قدم بی اختیار
تو تیائے دیدہ سازم خاک پائے خویشتن
بس کہ زاری می کنم بیہوش گردم ہر زمان
باز می آیم بہوش از نالہائے خویشتن
غیر محبےؔ کو خود از بہرِ تو خواہد در جہان
ہر کہ می خواہد ترا خواہد برائی خویشتن

گر تو طلبی داری بیداری شبہا کو
با ذکر خدا بودن در خلوتِ تنہا کو
آن دوست زہر ذرہ خود را بہ شما بنمود
در مشرق و در مغرب یک دیدۂ بینا کو
ہر چیز کز و جستی بہرِ تو مہیا کرد
تو ہیچ نمی گوئی کان خالق اشیا کو
بسیار گنہ کردی از حق تو نہ ترسیدی
از ترس عذابِ حق نالیدنِ شبہا کو
چون گوئی یا اللہ گویم بتو لبیک
این بندہ نوازیہا جز حضرتِ ما را کو
بر خود نہ تو کردی رحم من بر تو کنم رحمت
دستگیر گنہگاران غیر از کرم ما کو
بینندہ و شنوندہ جز من نہ کسی دیگر
بی سمع و بصر چون من بینندہ و شنوا کو

من اول و من آخر من ظاهر و من باطن
جمله منم و جز من یک ذره تو بنما کو

از غایت پیدائی پنهان بود این دانم
پیدائی چنان پنهان می گو که تو آیا کو

ذات و صفت اسم چون خلق بظاهر کرد
هر گون ابد بنگر کان مظهر اشیا کو

ای دوست محیی الدین می گفت که ای عاشق
گر تو طلبے داری بیداری شبها کو

ندارم گرچہ آن دیدہ کہ بینم در جمال تو
نیم نومید چون عمرم گذشت اندر خیالِ تو

تو جنت را بہ نیکان دہ منِ بد را بہ دوزخ بر
کہ بس باشد مرا آنجا تمنائے وصالِ تو

منِ دیوانہ در دوزخ بہ زنجیرِ تو خوش باشم
اگر یک بار پرسی تو کہ مجنون چیست حالِ تو

چو بوئے عشقِ تو آید ز مغز استخوانِ من
بسوزاند مرا آتش ز عشقِ آن جمالِ تو

تو شربتہائے جنت را بما تا کی دہی رضوان
نشد کم تشنگی ما را از آبِ این زلالِ تو

میارا اے روئے حورِ عین کہ سرمستانِ آنحضرت
جمالِ حق ہمی بینند زلف و خط و خالِ تو

مگر پردہ براندازی ز پیشِ چشمِ مشتاقان
وگرنہ کی توان دیدن جمالِ باکمالِ تو

بمالک گویم ای مالک چنان الله خواہم گفت
که از الله من سوزد جہنم بدسگالِ تو
جگرہای کباب ما نگردد تا ابد سیراب
مگر ساقی شود مارا خدای ذو الجلال تو
به دوزخ گر ز من پرسی که چونی محیی در آتش
شوم من تا ابد مست و کنم رقص از سوالِ تو

افسر شاہی نخواہم خاک پای یار کو
بال گو بشکن ہما آن سایۂ دیوار کو
سرو را گیرم کہ دارد با قدِ او نسبتے
آن گل رخسارۂ وآن شیوۂ رفتار کو
در ہمان گیرم کہ گل بار آرد و خندد زباد
آن تبسم کرد آن شیرین لب و گفتار کو
دیدۂ آہو اگر چہ دلفریب آمد ولی
آن کرشمہ کردن وآن غمزۂ خون خوار کو
وصل او دشوار بے او زندگی دشوار تر
مردن بے زخم ہم تنگ ست پای دار کو
ای خوش آن عاشق کہ عشق خویش نشناسد زیار
وصل و ہجر آن جا نگنجد یار کو اغیار کو
جان فدا بت ای کہ آوردی خبر زان تند خو
باز پرسید از رقیبان محیے افگار کو

من کیم رسوائے شہر و عاشق دیوانہ
آشنا با ہر غمی و ز خویشتن بیگانہ

ہم شوم شاد از غمش گر در دلم منزل گرفت
ہم شوم غمگین کہ او جا کرد در ویرانہ

ترک شہر آشوب من در کشورے منزل نکرد
تا نکرد اول غمش صد رخنہ در ہر خانہ

گہ گیاہ در دروید از دلم گہ خار غم
من بہ حیرت کین ہمہ گل چون دمد از دانہ

می خورم خون دل و خود را بہ مستی می دہم
تا کنم گستاخ پیشش نالۂ مستانہ

گفتۂ مجبی کہ باشد تا دم از عشقم زند
در طلب فرزانہ و در عاشقی مردانہ

بگو ای این دل سنگین کشد جور و جفا تا کے
کجائی لذتِ شادی و غم درد و بلا تا کے
شدم بیگانہ از خویش و نگشت او آشنا با من
کند بیگانگی چندین بمن آن آشنا تا کے
بمن قصد ہم چو من در رہ فتادہ از برای تو
ز حد بگذشت مشتاقی نیائی سوی من تا کے
دلم طاقت نمی آرد تو ہم انصاف پیش آور
ز تو جور و جفا چندین ز من مہر و وفا تا کے
بر ولئے جان از ان گلزار بوئی سوی من آور
کشیدن منت بسیار از بادِ صبا تا کے
کشا بند قبا تا من بیاسایم ز عمر خود
گرہ در دل مرا باشد ازان بندِ قبا تا کے
گر او را کشتنی باشد بکش ورنہ کن آزادش
بود در دست تو محیی اسیر و مبتلا تا کی

گر دلِ غم پرورِ غم گسارے رواشتی
با بلا خوش بودی و در غم قرارے داشتی

نام مجنون در جہان ہرگز نہ بودی این چنین
گر چنان بودی کہ چون من یادگاری داشتی

ہر دو عالم را از یک پرتو سراسر سوختی
آفتاب از آتش من گر شرارے داشتی

گل چرا غرقِ عرق گشتی ز خجلت پیشوا
گر نہ آن بودی کہ از رشکِ تو خارے داشتی

نسبتے می داشت با من شمع در سوز و گداز
گر دلِ بریان و چشم اشکبارے داشتی

بارِ محبی گر کشودی رخ میانِ مردمان
ترک یاری خویش کردی ہر کہ یاری داشتی

بے وفا یاری چنین تا کی جفاکاری کنے
نیست وقتِ آن کہ یک چندی وفاداری کنے

این چہ قسمت باشد اے بے رحم انصافی بدہ
بر منِ مسکین ستم با دیگران یاری کنے

با وجودِ مردم دیگر نمے دانم چرا
میل دایم جانب رندان بازاری کنے

وقت آن آمد کہ دستی بر دلِ زارم نہی
خون شد از دستِ تو دل تا چند خون خواری کنے

خانۂ دِل گر فرو ریزد ز بادِ روی تست
سہل باشد ہر عمارت کش تو سرداری کنے

شیون و زاری مکن محیی دگر کان سنگ دل
جور افزون می کند ہر چند تو زاری کنے

این که سر بر تن بود بردار بودی کاشکے
دین بدن خاشاک راهِ یار بودی کاشکے

تا صبا خاکم نه بردی از سرِ کوئ حبیب
خاک من خشتی ازان دیوار بودی کاشکے

چون تو گاهی می کنی پرسش مریضِ خویش را
دائما چون دل تنم بیمار بودی کاشکے

بس که بیدادِ تو افزون می شود گویند خلق
جورِ امثالِ تو هم چون یار بودی کاشکے

با وجود از جور بسیار تو گویم هر زمان
اینک باشد اندکی بسیار بودی کاشکے

چون تو نتوانی که هم چون گل جدا کردی زخار
محییِ افگارِ تو آن خار بودے کاشکے

برون آشته سوار من تعلل بیش ازین تا کے
زحد بگذشت مشتاقی تحمل بیش ازین تا کے

تو حال من همی دانی و می دانم که می دانے
چه خود را دور می کردی تغافل بیش ازین تا کے

به طرفِ گلستان یک ره در آو قدر گل بشکن
کشیدن درد سر چندین ز بلبل بیش ازین تا کے

اگر میلِ عزاداری بیا و قتیلِ مجیبے کن
به کارِ این چنین نیکو تامل بیش ازین تا کے

مسلمان خواتین کی شہرۂ آفاق کتاب جس کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے

بہشتی زیور مکمّل (گیارہ حصص)

مصنف :- حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

اس شہرۂ آفاق کتاب کی مقبولیت کسی سے مخفی نہیں ہے۔ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوکر ہاتھوں ہاتھ لی جاتی ہے۔ حضرت مولانا نے تمام ضروری اور روزمرہ کے مسائل کو عام فہم زبان میں یک جا کرکے "دریا در کوزہ" کا ثبوت دیا ہے۔ یہ کتاب گیارہ حصوں میں منقسم ہے۔

پہلا حصہ - اس میں عورتوں کے مسائل پاکیزگی، تعلیم و تربیت، کفر و شرک، ایمان و عقاید درج ہیں۔

دوسرا " اس میں حیض و نفاس، طہارت، وضو، غسل، طریق نماز وغیرہ کے مسائل کا بیان ہے۔

تیسرا " اس میں روزہ، زکوٰۃ، قربانی، حلال و حرام اور دوسرے مسائل کا ذکر ہے۔

چوتھا " اس میں پردہ، نکاح، طلاق، عدت، نکاح ثانی وغیرہ کے مسائل بیان کیے ہیں۔

پانچواں " اس میں لباس، زیور، شوہر کے حقوق، خرید و فروخت، رہن و بیع وغیرہ کے مسائل کا ذکر کیا گیا ہے۔

چھٹا " اس میں فضول و قبیح رسوم کی ممانعت، اسلامی رسوم اور بچوں کی بسم اللہ، ختنہ اور شادی کا بیان ہے۔

ساتواں " اس میں آداب و اخلاق، شفقت و رحمت، ماں باپ کی خدمت اور پیری مریدی کے حقوق کی تعلیم ہے۔

آٹھواں " اس میں مقدس پیغمبروں کی مقدس بیویوں کے پاکیزہ حالات اور دوسرے بزرگوں کی نصیحتیں بیان کی گئی ہیں۔

نواں " اس میں عورتوں کے امراض کی وجوہ اور ان کے علاج وغیرہ کا ذکر ہے۔

دسواں " اس میں گھر کا کاروبار، ہاتھ کے ہنر اور حساب لکھنے کا طریق وغیرہ درج ہے۔

گیارھواں " یعنی بہشتی گوہر۔ اس میں اسلام کے جملہ ارکان اور دوسرے مذہبی مسائل شرح و بسط سے درج کیے گئے ہیں۔

ہم نے اس کتاب کو نہایت محنت سے تصحیح کراکر خوبصورت طریقہ پر شائع کیا ہے۔

سیدہؓ کا لال!

تاریخِ اسلام کا اہم ترین واقعہ

تاریخ شہادت کی مکمل داستان

- جب خون سستا تھا اور پانی مہنگا تھا۔
- جب انسانیت کا گلا گھٹ رہا تھا۔
- جب رسولؐ کے نام لیوا آلِ رسولؐ کے سینے چھلنی کر رہے تھے۔
- جب ذاتی افتخار کے لئے مذہب کی دھجیاں اڑائی جا رہی تھیں۔
- جب معصوم اور نوجوان بے دردی سے قتل ہو رہے تھے۔

اُس وقت دوشِ محمدؐ کا سوار حق و صداقت کا علمبردار امام نامدار پرچم محمدیؐ لے کر کربلا کے تپتے ہوئے میدان میں ایک پیغام دے رہا تھا۔ پیغامِ حریت، پیغامِ انسانیت جس کو سن کر زمین اور آسمان تھرا رہے تھے۔ وحوش و طیور پھڑپھڑا رہے تھے، مگر نام نہاد فدایانِ رسولؐ اس پیغام کو ہمیشہ کے لئے بند کر دینا چاہ رہے تھے جس کی وجہ سے انکی امارت و تمول کی سر بفلک محلات میں ایک لرزہ پڑ رہا تھا۔ باطل حق کے مقابلے میں کامیاب ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ آلِ رسولؐ پر دردناک مصائب کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ اُن کے خیمے بھڑکتی ہوئی آگ کی نظر ہو رہے تھے۔ اُن کے چھوٹے چھوٹے بچے پیاس سے بلبلا رہے تھے۔ ہر طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی، مگر سینہ حسینؓ سے جو زخموں سے چھلنی چھلنی ہو گیا تھا پیغامِ حقانیت اُسی جوش و خروش کیساتھ بلند تھا۔ یہ پیغام کیا تھا کہ جو اس پر ایمان رکھتے تھے اُن کا کیا حشر ہوا؟ حق کی فتح اور باطل کی شکست کا یہ رنگین فسانہ جو خونِ شہیداں کی سُرخی اپنے اندر لئے ہوئے ہے کسطرح ختم ہوا۔ یہ ایمان افروز داستان علامہ راشد الخیری کی تصنیف "سیدہ کا لال" میں ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے

اجتہاد

اجتہاد میں دلائل علمیہ اور شواہد مسلّمہ سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ مقدس اسلام اور ستھرے معتقدات اور اصول اعمال سب فطری (مقتضائے طبع) ہیں یعنی آدمی چاہے جس مذہب کا گرویدہ ہو اگر پورے غور و فکر سے کام لے تو قطع نظر کسی دلیل خارجی کے صرف اسکی طبیعت کا تقاضا آپ سے آپ اُسے اسلام کی حقانیت بے چون چرا منوانے اور اسلامی معتقدات و ارکان کی معقولیت کے آگے سر تسلیم خم کرانے پر مجبور کرتا ہے مصنف مرحوم نے ایک طرف اسلام کے پاک عقائد اور مستحکم ارکان کو دین فطرت ثابت کیا ہے اور دوسری طرف یہودیوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں کے معتقدات و اعمال بیان کرتے ہوئے اُن پر نہایت دیانت و انصاف سے جائز نکتہ چینیاں کر کے اسلام کی حقانیت کا ایسا زبردست اور لاجواب ثبوت دیا ہے کہ کسی مذہب کا کوئی آدمی جب تک وہ آدمی ہے اور انصاف و راستی کا جوہر رکھتا ہے صداقت اسلام کو بے تسلیم کئے رہ نہیں سکتا۔ اثبات توحید و رسالت کے ادق و اہم مباحث کو فطری ثابت کرنے میں مصنف کا زور عبارت اور قلم کی جولانیاں خصوصیت کیساتھ قابل دید ہیں اور زہد اور ترک دنیا کے معرکۃ الآرا مضامین پر جو زبردست ریمارک کئے ہیں دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ زور عبارت اور بیان کا پیرایہ بالکل اچھوتا اور انوکھا ہے کہ ایک فرضی متزلزل الرائے سائل جس کو اسلام میں طرح طرح کے شکوک واقع ہیں سوال کرتا ہے اور مصنف مجیب بن کر اس کو نہایت تسکین بخش جواب دیئے جاتے ہیں۔ الغرض یہ اپنی طرز کی پہلی کتاب ہے۔ انگریزی خواں مسلمان جو مسلمان رہنا چاہتے ہیں اُن کو کم سے کم "اجتہاد" کا ایک نسخہ تو اپنے پاس رکھنا ضرور ہے۔

تقطیع ۲۲×۲۹/۸ ۔ صفحات ۱۶۶ ۔ بہترین کتابت و طباعت عمدہ کاغذ قیمت دو روپے چار آنے